الديمقراطيّة دين

دین جمہوریت

مولف: فضیلۃ الشیخ ابومحمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ: فضیلۃ الشیخ ابو دجانہ المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

اسلامی لائبریری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت　　ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

الديمقراطيّة دين

دین جمہوریت

مولف:فضیلۃ الشیخ ابومحمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

ترجمہ:فضیلۃ الشیخ ابو دجانہ المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

ادارہ: مرکز عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: salafi.man@live.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين الذين ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون والصلاة والسلام على نبينا محمد وآله وصحبه اجمعين ومن دعا بدعوته بسنته الى يوم الدين وبعد۔

قارئین کرام کو ہم ایک انتہائی نفیس کتاب پیش کر رہے ہیں جو اپنے مختصر سائز وصفحات کے باوجود دین جمہوریت اور قانون ساز پارلیمنٹ میں شرکت سے متعلق بہت سوالات کے باکفایت جوابات پر مشتمل ہے فاضل بھائی ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ اس کے مصنف ہیں جو کہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو علم وحق کی نشرواشاعت کے لئے وقف کر رکھا ہے ہم دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں توفیق وسداد سے نوازے اور ان کی جملہ مساعی قبول فرما کر ان کے لئے نفع بخش بنادے یقیناوہ سخی وکریم ہے۔اور طالبین حق کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ وصول واتباع حق کے حصول کے پیش نظر محض اللہ کے لئے قلب صافی سے اس کا مطالعہ کریں۔

یااللہ ہمیں حق کو حق ہی دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق دے اور ہمارے اس عمل کو اپنی رضا کے لئے خالص اور اپنے بندوں کے لئے نافع بنادے۔

انه ولى ذلك والقادر عليه آمين۔ صلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم۔

از فضیلۃ الشیخ ابو دجانہ المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مولف

ان الحمد لله ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيّئات اعمالنا من يهده الله فهو المهتد ومن يضلل فلن تجد له وليا مرشدا واشهدان لا اله الا الله وحده لاشريك له وهو حسبنا ونعم الوكيل واشهدان محمداً عبده ورسوله قائدنا واسوتنا صلى الله عليه وسلم وعلى آله واصحابه واتباعه الى يوم الدين.وبعد

شرکیہ قانونی پارلیمانی انتخابات سے قبل میں نے جلدی میں ان چند اوراق کو تحریر کیا ہے جبکہ لوگ جمہوریت کے فتنے میں مبتلا ہیں اور نام نہاد دیندار بے دین طواغیت اس جمہوریت کا دفاع کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے میں مشغول ہیں حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر کے کبھی اسے حریت کہتے ہیں کبھی مشاورت کا نام دیتے ہیں اور یوسف علیہ السلام کی حکومت سے استدلال کرتے ہیں تو کبھی نجاشی کی بادشاہت سے اور دوسرا طبقہ مصلحتوں اور ضروریات کو دلیل بناتا ہے تاکہ اس کمینگی سے حق وباطل اور نور وضلالت اور توحید وشرک کو خلط ملط کر دیں اللہ کی توفیق سے ہم نے اس کتاب میں ان تمام شبہات کا ردّ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ جمہوریت اللہ کے دین کے مقابل ایک مستقل دین ہے اور توحید کے خلاف ایک ملت ہے اور جمہوریت کی پارلیمانی اور اسپیکر کی نشستیں صریح شرک اور بت پرستی ہے جن سے اجتناب کرنا توحید کی سالمیت کے لئے ضروری ہے جو بندوں پر اللہ کا حق ہے بلکہ اس کی بیخ کنی کرنا اور اسکے متعلقین سے بغض وعداوت رکھنا اور ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے اور یہ کہ یہ اجتہادی مسئلہ نہیں جیسا کہ بعض دھوکے باز گمان کرتے ہیں بلکہ یہ واضح شرک وکفر ہے جس سے اللہ نے اپنی محکم تنزیل میں ڈرایا ہے اور نبی علیہ السلام طویل عرصہ اس کے خلاف برسرپیکار رہے ہیں لہٰذا میرے موحد بھائی نبی کے متبع اور مددگار بننے کی کوشش کریں جو شرک ومشرکین سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے اور حق واہل حق کی اجنبیت کے اس دور میں اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو دین اللہ کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہے جس کے متعلق مصطفی علیہ السلام نے فرمایا:

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کا حکم قائم رکھے گا جو ان کی مدد کرنا چھوڑ دے یا ان کی مخالفت کرے وہ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا حتی کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان میں شامل فرمائے۔ آمین الہ العالمین۔

والحمد للہ اوّلًا و آخراً

کتبہ ابو محمد

فضیلۃ الشیخ عاصم المقدسی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسی لئے ہر حاکم جو کتاب اللہ کے بغیر فیصلہ کرتا ہو اسے طاغوت کہا گیا ہے "۔(مجموع الفتاویٰ:20/128)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"طاغوت ہر اس معبود یا متبوع یا مطاع کو کہتے ہیں جس کے ذریعے بندہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے لہٰذا ہر قوم کا طاغوت وہ ہوا جس کے پاس وہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا فیصلے کے لیے جاتے ہیں یا اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں یا اللہ کی جانب سے بلا بصیرت اس کی اتباع کرتے ہیں یا اس کی اس بات میں اطاعت کرتے ہیں جس کے متعلق وہ نہیں جانتے کہ وہ اللہ کی اطاعت ہے۔(اعلام الموقعین عن رب العالمین:1/50)

تو دور حاضر میں اللہ تعالیٰ کے سوا طاغوتی معبودوں میں سے یہ جھوٹے معبودان اور ارباب بھی ہیں جنہیں اکثر لوگ اللہ کے سوا قانون ساز کہتے ہیں کہ ان کے اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ کفر و براءت کرنا ہر موحد پر فرض ہے تاکہ جہنم سے نجات حاصل کرنے کے لئے مضبوط کڑے کو تھام سکے فرمایا:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔(شوریٰ:21)

کیا ان کے لئے ایسے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کے وہ قانون بنائے جس کی اللہ نے اجازت نہ دی اور اگر کلمہ فصل نہ ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

اس طرح کہ وہ قانون سازی کو اپنا یا اپنی پارلیمنٹ اور ملکی یا صوبائی یا علاقائی حکومتی اداروں کا حق یا اپنی صفت مانتے ہیں اور اپنے قانونوں اور دستوروں میں اسے ضبط تحریر میں لاتے ہیں جیسا کہ ان کے ہاں مشہور معروف ہے (کویتی

دستور کے آرٹیکل 51 میں لکھا ہے: قانون سازی جس کا اختیار صدر یا قومی اسمبلی رکھتی ہے دستور کے مطابق ہے۔ اسی طرح کی اردنی غیر شرعی دستور کے آرٹیکل 25 میں لکھا ہے: قانون سازی کی اختیار بنیادی طور پر بادشاہ یا قومی اسمبلی رکھتی ہے ایسے ہی مصری دستور کے آرٹیکل 86 میں لکھا ہے: قومی اسمبلی قانون سازی کا اختیار رکھتی ہے) اس طرح تو وہ ہر اس شخص کے رب ہوئے جو اس کفر و شرک پر ان کی بات مانتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کے متعلق جنہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کی پیروی کی فرمایا

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ۔ (توبہ: 31)

کہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔

بلکہ ان کی حالت تو ان سے بھی گئی گزری ہے کیونکہ ان علماء اور درویشوں نے اگرچہ ایسا کیا لیکن ان کے لئے باقاعدہ قانون و دستور کی ایسی کتابیں نہیں لکھیں جن کی خلاف ورزی کرنے والے کو یا ان پر عیب لگانے والے کو سزا دی جائے اور وہ انہیں اللہ کی کتاب کے برابر قرار دیتے ہوں بلکہ انہیں اس پر نگران یا حاکم مانتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کی حالت ہے۔

یہ سمجھنے کے بعد یقین کر لیں کہ عروۃ وثقیٰ کے ساتھ تمسک اور کفر بالطاغوت اعلیٰ ترین مرتبہ اسلام کی چوٹی یعنی ان کے خلاف اور ان کے حامیوں اور پیروکاروں کے خلاف جہاد کرنا اور اس کو مٹانے کی کوشش کرنا اور لوگوں کو اس کی عبادت سے نکال کر اللہ سبحانہ وحدہ کی عبادت کی طرف لے جانا ہے ایسے ہی حق کا اعلان و پرچار کرنا بھی جو کہ انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت کی اقتداء کا حکم دیتے ہوئے واضح طور پر فرمایا کہ:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ۔ (ممتحنۃ: 4)

تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے بری ہیں ہم تمہارا کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت و بغض ظاہر ہے تا آنکہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ۔

بعض مفسرین ان کے ساتھیوں سے انبیاء مراد لیتے ہیں اور اس نکتے پر غور کریں کہ اللہ نے بغض سے پہلے عداوت کا ذکر کیا کیونکہ یہ بغض سے زیادہ اہم ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان طاغوتوں سے بغض تو رکھے عداوت نہ رکھے اس طرح وہ اس واجب کو ادا نہ کرسکے گا الّا یہ کہ بغض وعداوت دونوں رکھے۔ اس پر بھی غور کریں کہ اللہ نے ان کے معبودوں سے براءت سے پہلے خود ان سے براءت کا ذکر کیا کیونکہ پہلا دوسرے سے اہم ہے کیونکہ اکثر لوگ بتوں اور طاغوتوں اور قوانین ودستوروں اور ادیان باطلہ سے تو براءت کرلیتے ہیں لیکن ان کے بندوں اور حامیوں اور گروپوں سے براءت نہیں کرتے لہٰذا وہ واجب ادا نہیں کررہے الّا یہ کہ ان کے معبودوں اور طاغوتوں سے براءت کا تقاضا ہے۔

(ماخوذ از: سبیل النجاۃ الفکاك من موالاۃ المرتدین واھل الاشراك از حمد بن عتیق نیز ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ملت ابراہیم)

یہ تو تھا سب سے بڑا درجہ اور سب سے کمتر درجہ جس کے بغیر نجات کا تصور نہیں وہ طاغوت سے الگ رہنا اس کی عبادت نہ کرنا یا اس کے شرک وباطل پر اس کی اتباع نہ کرنا ہے فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (نحل:36)

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

نیز فرمایا:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ (حج:30)

اور بتوں کی گندگی سے دور رہو۔

اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا، فرمایا:

وَّ اجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ (ابراہیم:35)

اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

اب جو دنیا میں طاغوت اس کی عبادت واطاعت سے اجتناب نہ کرسکے وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا اور اس کے دیگر اوقات جو دین میں گزرے ہوں گے وہ بھی اس عمل میں کوتاہی کی بناء پر فائدہ نہ پہنچا سکیں گے وہ نادم ہوگا جبکہ

ندامت کام نہ آئے گی پھر وہ تمنا کرتا رہ جائے گا کہ کاش دنیا کی طرف لوٹ جائے تاکہ اس رکن عظیم کو ادا کرے اور عروہ وثقیٰ کو مضبوط تھام لے اور اس عظیم ملت کی اتباع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَاب، وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ۔ (بقرہ:167)

جب وہ جس کی اتباع کی گئی اتباع کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور وہ عذاب دیکھ چکے ہوں گے اور ان کے آپسی اسباب کٹ گئے ہوں گے اور پیروی کرنے والے کہہ رہے ہوں گے کاش ہمارے لئے لوٹنا ہو پس ہم ان سے اسی طرح بیزاری کریں جس طرح وہ ہم سے بیزاری کر رہے ہیں ایسے ہی اللہ انہیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ آگ سے نہ نکل سکیں گے۔

لیکن ہائے پچھتاوا گھڑیاں بیت گئیں اب کیسا لوٹنا اللہ کے بندے اگر تو نجات چاہتا ہے اپنے رب کی رحمت چاہتا ہے جو اس نے متقین کے لئے لکھی ہے تو طاغوت سے اجتناب کر ان کے شرک سے بچ ابھی پھر قیامت کے دن ان سے وہی بچ سکے گا جو دنیا میں ان سے بچتا رہا اور جو ان کے باطل دین سے راضی ہو کر اس پر چلتا رہا قیامت کی گھڑیوں میں اسے آواز دینے والا کہے گا: "جو جس کی عبادت کرتا تھا اس کی کے پیچھے چلے سورج کا پجاری سورج کے پیچھے، چاند کا پجاری چاند کے پیچھے اور طاغوت کا پجاری طاغوت کے پیچھے چلے گا ...... (مومنوں سے کیا جائے گا) تمہیں کس نے روکا لوگ تو جا چکے ہیں وہ کہیں گے ہم ان سے الگ رہے جبکہ آج ہم ان کے زیادہ محتاج ہیں اور ہم نے ایک آواز دینے والے کو یہ کہتے سنا کہ ہر قوم اپنے معبود کے پیچھے رہے اور ہم اپنے رب کے منتظر ہیں" (متفق علیہ)۔ (مومنین کا دیدار الٰہی سے متعلق حدیث کا ایک حصہ ہے) یعنی دنیا میں ہم ان سے الگ رہے جبکہ ہم ان کے درہم و دینار اور دنیاوی معاملات کے محتاج تھے تو اس جگہ ہم ان سے الگ کیوں نہ ہوں اس میں ہی راستے کے بعض نشانات ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ۔ (الصافات:22)

ظالموں اور ان کی ازواج اور ان کے معبودوں کو یکجا کر دو۔

ان کی ازواج سے ان جیسے ان کے حامی مراد ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ، اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ، اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (صافات:133-35)

وہ سب اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ہم مجرموں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں ان سے جب کہا جاتا کہ لا الٰہ الا اللہ تو وہ تکبر کرتے تھے۔

اللہ کے بندے کلمہ توحید اور اس کے تقاضوں سے اعراض اور ان میں افراط و تفریط اور اتباع حق سے تکبر اور طاغوت کی نصرت و تائید کرکے ہلاکت کا لقمہ بننے سے بچ جا اور یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ نے اس توحید کو ہی اصل دین قرار دیا ہے اور اپنے موحد بندوں کے لئے اسے چن لیا ہے جو توحید کے ساتھ آئے گا اسے قبول کیا جائے گا اور جو توحید کے بغیر کوئی اور دین لائے گا اسے اس کے منہ پر مار دیا جائے گا اور وہ نقصان میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (بقرہ:132)

اور ابرہیم نے اس (کلمہ توحید) کا اپنی اولاد کو تاکیدی حکم دیا اور یعقوب نے اے میری اولاد یقینا اللہ نے تمہارے لئے ایک دین منتخب کیا ہے سو تم نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر۔

نیز فرمایا:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (آل عمران:85)

اور جو اسلام کے سوا دین چاہے گا وہ اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔

لفظ دین کا اطلاق فقط نصرانیت ویہودیت وغیرہ پر مت کرو کہ ان کے علاوہ ادیان پر چلنے لگو کیونکہ لفظ دین یہ اس دین و نظام حکومت و منہج و قانون کو شامل ہے جس پر لوگ چلتے ہیں اسے طرز زندگی (دین) بناتے ہیں ان تمام ادیان سے اور ان کے پیروکاروں سے اجتناب وبراءت اور ان کا کفر فرض ہے سوائے ملت توحید دین اسلام کے اللہ تعالیٰ پس حکم دیتا ہے کہ ہم کفار سے ان کے ادیان کے اختلاف کے باوجود یہ کہیں کہ:

قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ، وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ (کافرون:1-6)

کہہ دیجئے اے کافروں جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اور ان جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اور میں اس کی عبادت نہیں کرنے والا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

لہٰذا ادیان کفر میں سے ہر ایک ایسے نظام و منہج پر مشتمل ہوتا ہے جو اسلام کے خلاف اور اس کی ضد ہے وہ اپنے اس دین سے راضی ہیں اس میں کمیونزم سوشل ازم سیکولر ازم اور مشنریز وغیرہ نئے نظام واصول سب شامل ہیں جنہیں لوگ اپنے پراگندہ خیالات سے تشکیل دیتے ہیں اور پھر بطور دین انہیں اختیار کر لیتے ہیں جمہوریت بھی اس میں شامل ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کے دین کے سوا ایک دین ہے اس نئے دین میں جس کے فتنے میں اکثر لوگ بلکہ اکثر مسلمان مبتلا ہیں کی گمراہی واضح کرنے کے لئے چند بنیادی باتیں پیش خدمت ہیں تاکہ آپ یقین کر لیں کہ جمہوریت ملت توحید سے الگ ایک مستقل دین اور صراط مستقیم سے الگ ایک مستقل راستہ ہے جس کے دروازے پر بیٹھا شیطان جہنم کی طرف داعی ہے اور پھر آپ اس سے اجتناب کر سکیں اور اس سے اجتناب کی دعوت دے سکیں اور مومنوں کی یاد دہانی، غافلوں کی بیداری ،ضدی سرکشوں پر اقامت حجت اور رب العالمین کے ہاں عذر خواہی کی خاطر..........

(فصل)

جمہوریت نیا کفری دین ہے

جمہوریت نیا کفری دین ہے اور قانون سازی جمہوری رب اور ان کے پیروکاران کے پجاری ہیں سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ لفظ ڈیموکریٹ (ہمارے معاشرے میں ڈیموکریسی عمل کے لئے جمہوریت کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو کہ ڈیموکریسی کا اصطلاحی شرعی میں غلط ترجمہ ہے اور اصطلاح لغت کے اعتبار سے ڈیموکریسی کا اردو ترجمہ عوامیت زیادہ صحیح ہو گا نیز اگر اس کا صحیح ترجمہ جمہوریت بھی فرض کرلیں تب بھی جمہور مطلق حجت نہیں) یونانی ہے نہ کہ عربی اور یہ دو لفظوں ڈیمو یعنی عوام اور کریٹ یعنی حکومت یا قانون یا قانون سازی سے مل کر بنا ہے یعنی لفظ ڈیموکریٹ کا مطلب ہوا کہ عوامی حکومت یا عوامی قانون سازی۔ اور اہل جمہوریت کے ہاں جمہوریت کے یہی بڑی خاصیات ہیں اور اسی لئے وہ ہر وقت اس کی مداح سرائی کرتے ہیں جبکہ اے میرے موحد بھائی اس وقت کفر وشرک اور باطل کی یہی سب سے بڑی خصوصیات ہیں جو دین اسلام اور ملت توحید سے مکمل طور پر متضاد اور معارض ہیں کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ اصل الاصول اور اسلام کا سب سے مضبوط کڑا جس کی خاطر بنی نوع آدم کو پیدا کیا گیا اور کتابوں اور رسولوں کا سلسلہ شروع کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی توحید عبادت اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے اجتناب ہے جبکہ قانون سازی میں کسی کی اتباع کرنا عبادت ہے جو کہ اکیلے اللہ کا حق ہے اور یہ حق غیر اللہ کو دینے والا مشرک ہے۔

ڈیموکریسی میں یہ خاصیت مکمل طور پر ہو کہ فیصلہ اکثریت یا عوامی اکثریت کے مطابق ہو جیسا کہ بے دین یا دیندار جمہوریت پسندوں کی اکثریت کو جمہوریت کہا جاتا ہے یا پھر عصر حاضر کے طریق پر یہ خاصیت ہو کہ فیصلہ حکام کے ایک مخصوص طبقے یا ان کی مقرب پارٹی جس سے ان کے خاندانی مراسم ہوں یا بڑے بڑے تاجروں زمینداروں اور جاگیرداروں اور اثر ورسوخ رکھنے والوں کا ہو کہ زیادہ تر اموال اور ذرائع ابلاغ ان کے قبضے میں ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے وہ جسے چاہتے ہیں پارلیمنٹ (جمہوریت کے قلعے) میں پہنچادیتے ہیں جیسا کہ ان کے آقا اور رب (بادشاہ یا صدر) جب چاہیں اسمبلی تحلیل کر دیں یا اسے مضبوط کر دیں۔ ہر دو صورتوں میں ڈیموکریسی اللہ کے ساتھ کفر وشرک اور دین توحید وانبیاء کی صریح مخالفت ہے اس کے چند اسباب ہیں درج ذیل ہیں:

① یہ یاتو اکثریت کی قانون سازی ہے یا طاغوت کی نہ کہ اللہ کی جبکہ اللہ نے اپنے نبی کو اپنے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا اور امت کی خواہش یا امت کی اکثریت یا کسی ایک پارٹی کی اتباع سے روکا اور آپ کو خبر دار کیا کہ اللہ کے نازل کردہ کسی قانون کے متعلق وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ لہٰذا فرمایا:

وَ اَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ۔ (مائدہ:49)

اور یہ کہ آپ ان کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں اوران کی خواہشات پر نہ چلیں اور ان سے بچ کر رہیں کہ وہ آپ کو اللہ کے آپ کی طرف نازل کردہ کے بعض کے متعلق فتنے میں ڈال دیں۔

یہ توحید واسلام کے متعلق ہے جبکہ ڈیموکریسی اور دین شرک کے متعلق جمہوری کہتا ہے کہ: اور یہ کہ تو ان کے مابین پارٹی کی رضا کے مطابق فیصلہ کر اور ان کی خواہشات پر چل اور بچ کر رہ کہ تو ان کے ارادوں اور خواہشوں اور قانون کے متعلق فتنے میں ڈال دیا جائے۔ جمہوری تو ایسی ہی باتیں کرتے ہیں اور جمہوریت بھی ایسے فیصلے کرتی ہے جبکہ یہ کفر بواح اور شرک صریح ہے اگرچہ وہ اسے جائز سمجھیں اور حقیقت اب بھی اس سے زیادہ بھیانک ہے وہ یہ کہ کہنے والا کہتا ہے کہ ان کے مابین طاغوت اور اس کی جماعت کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرتا جا اور کوئی قانون اس کی تصدیق واجازت کے بغیر نہ بنایا جائے۔ یقیناً یہ بڑی واضح گمراہی ہے اور معبود حقیقی کے ساتھ شرک ہے۔

② یہ یاتو اکثریت کا فیصلہ ہوتا ہے یا طاغوت کا اور دستور کے مطابق نہ کہ اللہ کے قانون کے مطابق جیسا کہ ان کی دستور کی کتابوں میں لکھا ہے جنہیں وہ قرآن سے مقدس خیال کرتے ہیں اور اس کے فیصلے کو قرآنی فیصلوں پر مقدم اور نگراں قرار دیتے ہیں (کویتی دستور کے آرٹیکل 6 میں لکھا ہے: عوام تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اور آرٹیکل 51 میں ہے کہ: قانون ساز پارلیمنٹ جس کا سربراہ صدر اور قومی اسمبلی ہوتی ہے وہ دستور کے مطابق ہے۔ اور اردنی دستور کے آرٹیکل 24 میں لکھا ہے کہ عوام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ امت اپنے فیصلوں کا اس دستور کے مطابق پورا حق رکھتی ہے) تو دین جمہوریت میں عملی طور پر اکثریت کے فیصلے کو بھی اس وقت قبول کیا جاتا ہے جب وہ دستور اور قانون کی دفعات کے مطابق ہو کیونکہ وہ بنیادی قانون ہے اور اس کی کتاب ان کے قرآن سے بھی مقدس ہے ایسے ہی دین

جمہوریت میں قرآنی آیات واحادیث نبویہ کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا نہ ہی ان کے مطابق قانون بنایا جاتا ہے الّا یہ کہ وہ آیات واحادیث ان کی دستور کی مقدس کتاب کے موافق ہوں۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو جا کر کسی قانون دان سے پوچھ لیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔ (نساء:59)

پس اگر تم کسی شئے میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹادو اگر تم اللہ اور روزآخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔

جبکہ دین جمہوریت فرماتا ہے کہ اگر تم کسی بات میں اختلاف کرو تو اسے عوام اور قومی اسمبلی اور اس کے سربراہ کی طرف لوٹادو یہ دستور وضعی اور قانون ارضی کے موافق ہے۔ (افسوس تم پر اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں پر کیا تم عقل نہیں کرتے) (ابرہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم اور ان کے معبودوں کے پول کھولنے کے بعد کہی تھی) اس بناء اگر اکثریت دین جمہوریت یا اس کی شرکیہ قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعے اللہ کی شریعت (قانون) کی حکمرانی چاہے تو اس کے لئے یہ ممکن نہیں اگرچہ طاغوت بھی اس کی اجازت دے دے الّا یہ کہ ان کا دستور اور اس کی دفعات وشقیں اس کی اجازت دیتی ہوں کیونکہ یہی جمہوریت کی مقدس کتاب ہے یا اسے جمہوریت کی ان کی خواہشات وشہوات کے مطابق تحریف شدہ توراۃ وانجیل کہہ لیں۔

③ جمہوریت لادینیت یا سیکولرازم کی ناجائز اور غیر قانونی باندی ہے کیونکہ سیکولرازم ایسا کفری مذہب ہے جو زندگی اور ریاست وحکومت سے دین کو نکال باہر کرتا ہے اور جمہوریت عوام یا طاغوت کے فیصلے کو کہتے ہیں اور یہ کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اللہ کے قانون محکم کا بالکل اعتبار نہیں کرتی الّا یہ کہ اللہ کا وہ قانون پہلے دستور کے مطابق ہو جائے یا پھر عوامی خواہشات کے اور ان سب سے پہلے وہ طاغوت یا سربراہ طبقے کی ترجیحات واغراض کے عین مطابق ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اگر ساری عوام طاغوت یا ارباب جمہوریت سے کہے کہ ہم اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکومت یا فیصلہ چاہتے ہیں اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ عوام یا عوامی نمائندوں یا عوامی حکمرانوں کے پاس قانون سازی کا اختیار ہو اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو مرتد، زانی، چور اور شراب خور پر جاری کیا جائے اور عورت کے لئے

عفت وحجاب کی پابندی لگائی جائے اور ہر طرح کی بے حیائیوں پر مکمل پابندی عائد ہو تو ان کا جواب فوری طور پر یہی ہو گا کہ یہ دین جمہوریت اور دین حریت کے منافی ہے کیونکہ یہ جمہوری حریت ہی تو ہے اور اللہ کے دین اور قانون اور اس کی حدود کی تمام حد بندیوں سے مکمل آزاد کر دیتی ہے جبکہ زمینی دستور کا قانون اور وضعی قانون کی حدود ان کی گندی جمہوریت میں مکمل محفوظ ومامون اور معمول بھی ہیں بلکہ جو ان کی خلاف ورزی یا مخالفت کرے اس کے لئے سزا ضروری ہے۔

لہٰذا اے میرے موحد بھائیوں جمہوریت اللہ کے دین کے مد مقابل ایک مستقل دین ہے جس میں طاغوت کی حکمرانی ہے نہ کہ اللہ کی جو کہ بودے معبودان متفرقہ کی شریعت ہے نہ اللہ واحد قہار کی اور مخلوق میں سے جو بھی اسے اختیار کرے یا اس کی موافقت کرے تو در حقیقت وہ دستور کی دفعات کے مطابق اپنے لئے اللہ واحد قہار کے قانون کے مد مقابل قانون سازی کا حق قبول کر رہا ہے اب وہ اسے قبول کرنے کے بعد قانون سازی میں شریک ہو یا نہ ہو اور ان شرکیہ انتخابات میں جیت یا ہار جائے اس کا دین جمہوریت کے مطابق ان میں حصہ لینا یا حصہ لینے والوں کی موافقت کرنا اور اپنے لئے قانون سازی کو قبول کرنا اور اپنے بنائے ہوئے قانون کو اللہ کی کتاب و قانون پر مقدم کئے جانے کو قبول کر لینا ہی عین کفر ہے واضح گمراہی ہے بلکہ معبود حقیقی سے ٹکر لے کر اس کے ساتھ شرک کرنا ہے لہٰذا عوام کا اپنے لئے عوامی نمائندے مقرر کرنا ایسا ہی جیسے ہر قبیلے اور جماعت نے ان میں سے اپنا ایک رب مقرر کر لیا تا کہ وہ ان کی خواہشات وآراء کے مطابق ان کے لئے قوانین بنائے لیکن جیسا کہ دستور کی دفعات اور شقوں اور حدود وغیرہ کے ذریعے یہ بات طے شدہ ہے کہ ان میں سے بعض تو اپنے قانون ساز معبود کو کمیونسٹ آئیڈیالوجی فکر کے تحت اختیارات (ووٹ) دیتے ہیں پھر یا تو وہ موافق پارٹی کا رب بن جاتا ہے یا دوسروں کے لئے مخالف پارٹی کا اور بعض اپنی قبائلی عصبیت میں اسے یہ اختیار دیتے ہیں تو وہ فلاں علاقائی پارٹی کا معبود بن جاتا ہے یا دوسروں کے لئے مخالف پارٹی کا رب ومعبود اور کچھ لوگ اسے اپنے گمان میں سلفی معبود ہونے کی بناء پر ووٹ دیتے ہیں جبکہ دوسرے اسے اخوانیوں کا رب قرار دیتے ہیں (جیسا کہ کویت اور اکثر اسلامی ملکوں میں ہے) یا کچھ داڑھی والا رب یا کچھ دیگر داڑھی منڈا رب قرار دیتے ہیں۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (شوریٰ:21)

کیا ان کے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین سے وہ کچھ قانون قرار دیا جس کی اللہ نے اجازت نہ دی اور اگر کلمہ فصل نہ ہو تا تو ان کے مابین فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالموں کے دردناک عذاب ہے۔

تو یہ نمائندے در حقیقت اپنے اپنے بت کدوں (پارلیمنٹ) میں معبود جھوٹے معبود ہیں جو کہ دین جمہوریت اور دستور کے قانون کے مطابق قانون سازی کرتے ہیں اور اس سے بھی پہلے وہ اپنے رب اور معبود یعنی بادشاہ یا صدر یا سربراہ کا حکم مانتے ہیں جو ان کے قوانین کا فیصلہ کرتا ہے ان کی تصدیق یا تردید کرتا ہے۔

میرے موحدین بھائیوں یہ دین جمہوریت نہ کہ دین الٰہی اور دین مشرکین نہ کہ دین انبیاء و مرسلین اور مختلف ارباب و معبودان کا دین نہ کہ اللہ واحد و قہار کا دین۔

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔ (یوسف:39-40)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ قہار نہیں تم عبادت کرتے اللہ کے سوا مگر ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپ دادانے رکھے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (نمل:63)

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ اللہ ان کے شریکوں سے بہت بلند ہے

سو آپ اے موحد بھائی اللہ کا دین اس کا پاک قانون اس کا روشن چراغ اور اس کی سیدھی راہ اختیار کر لیں یا پھر دین جمہوریت اور دین شرک و کفر اور ٹیڑھی مسدود راہ یا تو اللہ اکیلے قہار کا حکم مان لیں یا طاغوت کا؟

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لاَ انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (البقرہ:265)

تحقیق ہدایت گمراہی سے واضح ہے تو جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان رکھے اسی نے مضبوط کڑے کو پکڑ رکھا ہے جو ٹوٹتا نہیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا۔ (کہف:29)

اور کہہ دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہی ہے اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کر دے یقینا ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ، قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلاَمِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (آل عمران:83-85)

کیا پھر اللہ کے دین کے سوا وہ متلاشی ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین والے طوعاً وکرھاً اسی کے فرمانبر دار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے کہہ دیجئے ہم اللہ پر اور جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اور ان کی اولادوں پر اتارا گیا اور جو موسیٰ وعیسیٰ اور انبیاء اپنے رب کی جانب سے دیئے گئے اس پر ایمان لائے ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبر دار ہیں اور جو اسلام کے سوا دین چاہے تو اسے اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گا۔

(فصل)

دین جمہوریت کے جواز میں پیش کیے جانے والے چند شبہات کا ردّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران:7-8)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری اس کی بعض آیات محکم ہیں جو اصل کتاب ہیں اور دیگر آیات متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہو وہ اس کے مشابہات کی ٹوہ میں رہتے ہیں فتنے کھڑا کرنے اور اس کی حقیقت کو جاننے کی خاطر حالانکہ اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخ فی العلم کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں سب ہمارے رب کی جانب سے ہے اور عقلمند ہی نصیحت لیتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جانب سے ہمیں رحمت دے یقیناً تو بہت دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں یہ بتایا کہ اس کے قانون کے متعلق دو طرح کے لوگ ہیں:

① **اہل علم ورسوخ:** وہ سب پر ایمان وعمل رکھتے ہیں عام پر اس کے مخصص پر اس کے مقید اور مجمل پر اس کے مبیّن کے ساتھ اور جو انہیں مشکل لگے اسے کتاب اللہ کے محکمات بیّنات اصولوں اور راسیات وراسخات قواعد کی طرف لوٹا دیتے ہیں جن کی معاونت شرعی دلائل کرتے ہیں۔

② **اہل زیغ وضلال:** وہ کتاب اللہ کے محکم ومبیّن ومفسر سے اعراض برت کر اس کے مشابہات کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور فتنہ بپا کرنے کی خاطر فقط اسی پر عمل کرکے خوش رہتے ہیں۔ یہاں جمہوریت اور شرکیہ نمائندہ

نشستوں سے متعلق ایک بات سمجھ لیں کہ لوگ اہل زیغ وضلال کی راہ پر چلتے ہیں اور واقعات وشبہات کو منفرد طور پر لیتے ہیں اورانہیں ان کی وضاحت یا تقیید وتفسیر کرنے والے قواعد واصول دین سے مربوط نہیں کرتے تاکہ آسانی سے حق کو باطل اور نور کو اندھیرے کے ساتھ خلط ملط کر دیں لہٰذا اس بارے میں ہم پہلے ان کے مشہور شبہات ذکر کر کے ((الله مَلِك وهاب مجري السحاب وهازم الاحزاب وحده)) کی توفیق سے ان کی تحقیق وتردید کر دیں۔

پہلا شبہہ: یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کے ہاں عامل ہونا۔

یہ شبہہ وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو دلائل سے کورے ہوں لہٰذا کہتے ہیں کہ کیا یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے پاس منصب وزارت پر فائز نہ تھے جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت وفیصلہ نہیں کرتا تھا؟ لہٰذا کافر حکومتوں کے ساتھ شرکت کرنا بلکہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں داخل ہونا جائز ہے۔

ہم اللہ کی توفیق سے جواب دیتے ہیں:

اوّل: قانون ساز پارلیمنٹ میں دخول اور اس کے جواز پر اس سے دلیل لینا باطل وفاسد ہے کیونکہ یہ شرکیہ پارلیمنٹ اللہ کے دین کے علاوہ دین جمہوریت پر قائم ہے جس میں قانون سازی اور تحریم وتحلیل کا الوہی اختیار عوام کو ہوتا ہے نہ کہ اکیلے اللہ کو جبکہ اللہ نے فرمایا:

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ (آل عمران:85)

اور جو اسلام کے علاوہ دین چاہے گا تو وہ اس سے کبھی بھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

سو کیا کوئی جراءت کرے گا کہ یوسف علیہ السلام اللہ کے دین کے علاوہ دین یا اپنے آباء کی ملت کے علاوہ ملت کے پیرو تھے یا اس کا احترام کرتے تھے یا اس کے موافق قانون سازی کرتے تھے جیسا آج کل ان پارلیمنٹوں کے فتنوں میں مبتلا لوگوں کا حال ہے؟ (کہ جس کے دستور میں صاف لکھا ہے کہ عوام ہی قوانین کا سرچشمہ ہے۔ ملاحظہ ہو کویتی دستور کا آرٹیکل 6 اور اردنی دستور کا آرٹیکل 25) ایسا کیونکر ممکن ہے جبکہ وہ برملا کہتے تھے کہ:

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ (یوسف:37-38)

میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کا انکار کرتی ہے اور میں اپنے آباء ابراہیم واسحاق ویعقوب کے دین پر چلتا ہوں ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک کریں۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف:39-40)

اے میرے قید کے ساتھیوں کیا بہت سے الگ رب بہتر ہیں یا ایک اللہ قہار تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپوں نے رکھ لئے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری فیصلہ کرنا جائز نہیں مگر اللہ کے لئے اسی نے حکم دیا کہ تم عبادت نہ کرو مگر اس کی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

کیا کمزوری کی اسی حالت میں وہ اس کا پرچار کریں اور شوکت کے زمانے میں اس کو چھپالیں یا اس سے اعراض برتیں گے ؟ جائز کہنے والو ہمیں جواب دو! اور پھر سیاست کے شہبازوں کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ وزارت تنفیذی اختیار کو کہتے ہیں جبکہ پارلیمنٹ قانون سازی کے اختیار کو اور ان دونوں میں بہت فرق ہے لہٰذا جائز قرار دینے والوں کا اسی پر قیاس کرنا ہر گز درست نہیں (بعض نام نہاد ملا کہتے ہیں کہ وزارت پارلیمنٹ سے زیادہ خطرناک ہے اور کہتے ہیں پارلیمنٹ حکومت کے خلاف محاذ ہے وہ اس محاذ میں دستوری جہاد کرتے ہیں اور قانونی اور ڈپلومیٹک جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ اس بات سے بے بصیرت ہیں کہ قانون سازی اس کے نفاذ سے زیادہ خطرناک ہے خاص طور پر ان کی یہ پارلیمانی قانون سازی جسے وہ جہاد اور جدوجہد کہتے ہیں جمہوری دین کے دستور کے موافق ومطابق ہو ملاحظہ ہو اردنی دستور کی دفعہ 24 کی شق نمبر 2 کہ دستور میں واضح طور پر عوام کو قانون سازی کے اختیارات ہیں . . اور ارکان پارلیمنٹ ان کے زعم کے مطابق دستوری

اختیارات کے حامل عوامی نمائندے ہی ہوتے ہیں۔ نیز کویتی غیر شرعی دستور کا آرٹیکل 51 ملاحظہ ہو کہ: دستور کے مطابق قانون سازی کا اختیار صدر یا قومی اسمبلی کے پاس ہوتا ہے) اس سے واضح ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے واقعے سے پارلیمنٹ کے جواز پر دلیل لینا ہر گز درست نہیں ایسے ہی ہمارے زمانے میں وزارتی عہدوں میں شراکت پر اس واقعے سے ان کے دلیل لینے کو کفر قرار دینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

دوم: اللہ کے دین سے متحارب اور اعداءاسلام کی حامی مملکتوں کے ماتحت وزارتوں کے فتنے میں مبتلا لوگوں سے دوستی کو یوسف علیہ السلام کے اس فعل پر قیاس کرنا بہت سی وجوہات کی بناء پر فاسد اور باطل ہے:

① وزیر بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان حکومتوں کے ماتحت رہے جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرتی ہیں اور ان کے وضعی دستور کا احترام کرے اور طاغوت کو اخلاص و ہمدردی کے ساتھ دین بنائے جبکہ اللہ نے سب سے پہلے جس چیز کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا ہے وہ طاغوت ہے فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ۔ (نساء:60)

وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جائیں جبکہ انہیں حکم کیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں۔

بلکہ اس منصب پر باقاعدہ فائز ہونے سے قبل ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کفر کا حلفیہ اقرار کریں جیسا ہر پارلیمانی رکن کے لئے ضروری ہے (اردنی دستور کے آرٹیکل 43 میں لکھا ہے کہ: وزیر اعظم و دیگر وزراء کے لئے ضروری ہے کہ چارج سنبھالنے سے قبل صدر کے سامنے مندرجہ الفاظ میں حلف اٹھائیں کہ میں اللہ عظیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ صدر کا وفادار رہوں گا اور دستور کی حفاظت کروں گا....... ایسے ہی آرٹیکل 79 میں ہے کہ اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ہر رکن کے لئے چارج سنبھالنے سے قبل ضروری ہے کہ وہ صدر کے سامنے ان الفاظ میں حلف اٹھائے کہ میں اللہ عظیم کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صدر کا وفادار رہوں گا اور دستور کی حفاظت کروں گا....... کویتی دستور کے آرٹیکل 126 اور 91 میں بھی اسی طرح ہے۔ سوال یہ ہے کیا یوسف علیہ السلام نے ایسا کچھ بھی کیا تھا؟ اور فتنوں میں گرفتار ان لوگوں کی اس بات کا اعتبار نہیں جو کہتے ہیں کہ حلف اٹھاتے وقت ہم اپنے دل میں یہ مستثنیٰ کر لیتے ہیں کہ شرع کی حدود میں رہتے ہوئے کیونکہ قسم کا اعتبار قسم اٹھانے والے کی نیت پر نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو لوگوں کے سارے ہی معاملات بگاڑ کا شکار

ہو جائیں اور یہ عمل ایک کھیل بن جائے بلکہ قسم اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ :''قسم حلف اٹھوانے والے کی نیت کے مطابق ہوگی'' لہٰذا ان کی قسمیں ان کی نیتوں کی تابع نہیں بلکہ اس طاغوت کی نیت کے مطابق ہوتی ہیں جو ان سے قسم اٹھواتا ہے) اب جو یوسف کریم ابن کریم کے متعلق اس طرح کی بدگمانی رکھے جبکہ اللہ نے انہیں اس سے بری قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَ الۡفَحۡشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِيۡنَ۔ (یوسف:24)

ایسے ہی تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائیوں کو پھیر دیں بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے۔

تو بلاشبہ مخلوق میں سب سے بڑا کافر اور غلیظ شخص ہوا جس کا دین سے دور سے بھی واسطہ نہیں بلکہ وہ ابلیس ملعون سے بھی بدتر ہوا کیونکہ اس نے بھی قسم کھاتے وقت چند لوگوں کو مستثنیٰ کیا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ۔ (ص:82-83)

پس تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے ان میں تیرے مخلص بندوں کے۔

اور اللہ کے فرمان کے مطابق یوسف علیہ السلام ان مخلص بندوں کے سرداروں میں سے ہیں۔

(۲) ان حکومتوں کے ماتحت وزیر بننے والا دستور کے مطابق حلف اٹھائے یا نہ اٹھائے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وضعی اور کفری قانون کا پابند رہے نہ اس سے تجاوز کرے نہ اس کی خلاف ورزی کرے لہٰذا وہ اس دستور کا مخلص بندہ اور خادم ہوا اور ان لوگوں کا تابعدار جنہوں نے اسے بنایا خواہ وہ حق ہو یا باطل فسق وظلم ہو یا کفر........۔

تو کیا یوسف علیہ السلام نے ایسا کچھ کیا کہ ان کے فعل کو کفری مناصب کے جواز کی دلیل بنایا جائے ؟ یقیناً جو بھی اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن خلیل اللہ کے متعلق اس طرح کی معمولی سی بدگمانی بھی کرے ہم اس کے کفر و زندقہ اور اسلام سے خروج میں قطعاً شک نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ نے فرمادیا کہ:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ۔ (نحل:36)

اور یقیناہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

جبکہ یوسف علیہ السلام کے لئے اس کائنات میں اللہ کا بیان کردہ یہ اصول ہی سب سے بڑا اصول اور سب سے بڑی مصلحت تھی جیسا کہ دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام کے لئے ہے۔ کیا یوسف علیہ السلام لوگوں کو مخفی طور پر اور تنگی اور کمزوری اور قوت وقدرت میں اس اصل کی طرف پہلے تو خود دعوت دیں اور پھر خود ہی اس کی مخالت کرکے مشرکین میں سے ہو جائیں کیا عقل اسے مان سکتی ہے؟ یہ کیونکر ممکن ہو جبکہ اللہ نے انہیں اپنے مخلص بندوں میں گردانا ہے علاوہ ازیں بعض مفسرین اللہ کے فرمان:

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِيْنِ الْمَلِكِ۔ (یوسف:76)

وہ بادشاہ کے دین میں ہرگز اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا۔

کو اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ وہ بادشاہ کے نظام اور قانون کو نہیں مانتے تھے نہ ہی ان کے مطابق فیصلے کرتے تھے ۔تو کیا آج کل کی وزارتوں اور پارلیمنٹوں میں ایسا ممکن ہے کہ کسی وزیر کی عادت ایسی ہو کہ یوں کہاجائے کہ اس نے ریاست کے اندر ریاست بنائی ہوئی ہے؟ لہٰذا ان مناصب کو یوسف علیہ السلام کے فعل پر قیاس کرتے ہوئے جائز کہنا باطل ہے ۔

(۳) یوسف علیہ السلام اس وزارت پر منجانب اللہ، اللہ کی قدرت سے فائز ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْأَرْضِ۔ (یوسف:56)

اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر حکومت عطا کی۔

اور یہ تمکن اللہ کی طرف سے ہوا نہ کہ بادشاہ یا کسی اور کی طرف سے کہ وہ ان کو اس منصب سے معزول کرسکے خواہ وہ بادشاہ کی مخالفت کرتے رہیں۔ تو کیا آج کل کے ان طاغوتی عہدیداروں کے پاس اس طرح کا کچھ اختیار ہے کہ یوسف علیہ السلام کی تمکین وولایت پر انہیں قیاس کرنا درست ہو سکے؟

(۴) یوسف علیہ السلام بادشاہ کی طرف سے ملنے والی مکمل اور حقیقی تحفظ کی بناء پر وزیر بنے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔ (یوسف:54)

پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی تو کہنے لگا کہ بے شک آج آپ ہمارے ہاں محفوظ مہمان ہیں۔

اس طرح انہیں اپنی وزارت میں کامل وغیر ناقص حریت وتصرف کا اختیار حاصل ہوا اسی لئے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ۔ (یوسف:56)

اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر حکومت عطا کی۔

سو نہ تو ان سے کوئی حساب لے سکتا تھا نہ ہی ان کی نگرانی کر سکتا تھا خواہ وہ کچھ بھی کریں. تو کیا آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں اس طرح کا کچھ ہے یا یہ محض جھوٹے اور باطل اختیارات ہیں جو اس وقت ختم ہو جاتے ہیں جب وزیر ان کے دامن سے کھیلنے لگے یا صدر کی اطاعت سے ہٹ کر ان کی خلاف ورزی کرے اس اعتبار سے یہ وزیر درحقیقت صدر یا بادشاہ کا سیاسی خادم ہوا جو اس کے احکامات کا مکمل پابند ہوتا ہے اور اسے صدر یا دستور کی مخالفت کا بالکل حق حاصل نہیں ہوتا اگرچہ اس میں اللہ سبحانہ اور اس کے دین کی مخالفت ہی ہو۔ اب اگر کوئی یہ گمان کرے کہ یوسف علیہ السلام بھی اسی طرح کچھ نہ کچھ پابند ضرور تھے تو بلاشبہ وہ کافر ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کا جو تزکیہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس کا منکر بن رہا ہے لہٰذا جب آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں یوسف علیہ السلام جیسی کیفیت موجود نہیں تو انہیں ان پر قیاس کرنا ہی باطل ہی ہے۔

سوم: اس باطل شبہہ کے ردّ میں بعض مفسرین کا یہ قول بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ بادشاہ اسلام لے آیا تھا جیسا کہ مجاہد تلمیذ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس قول کے مطابق اس مقدمے سے دلیل لینا ہی اصلاً باطل ہو جاتا ہے۔ نیز ہمارا طریقہ اور عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کے ظاہر اور عموم کی اتباع مختلف تفسیرات اور رقیق تشکیکات وتاویلات سے بدرجہ اولیٰ ہے کیونکہ بہر طور وہ ادلہ معتبرہ سے عاری ہوتی ہیں اب جس آیت سے یہ قول پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے وہ یہ ہے فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ۔ (یوسف:56)

اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر حکومت عطا کی۔

اس اجمال کی وضاحت اللہ دوسرے مقام پر اس طرح کرتا ہے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔ (حج:41)

وہ لوگ جنہیں ہم زمین پر حکومت عطا کریں وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور معاملات کا انجام اللہ کے لئے ہے۔

یہاں اللہ نے یہ تفصیل کر دی کہ اہل ایمان حکومت ملنے کے بعد کیا کرتے ہیں اور بلاشبہ یوسف علیہ السلام اہل ایمان کے سردار ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ دین اسلام میں سب سے بڑا معروف توحید اور سب سے بڑا منکر شرک ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے آباءواجداد یعقوب، اسحاق، ابراہیم علیہم السلام کی دعوت کا پرچار کیا اور اس کے مخالفین کی بیخ کنی کی لہٰذا یہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت نہ ہوئی نہ ہی ایسے کسی حاکم کی معاونت اور نہ ہی ان سے تعلق استوار کرنا یا ان کی طرف میلان ہوا جیسا کہ آج کل کے مفتون وزراء کا طرز عمل ہے بلکہ بالیقین انہوں نے اس صورت حال کو تبدیل کیا اور توحید کی حاکمیت قائم کی اور اسی کی طرف دعوت دی اور اس کے ہر مخالف کو شکست دی خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جیسا کہ اللہ کی سنن جاریہ فی الانبیاء سے متعلق آیات و نصوص سے ثابت ہوتا ہے اب اگر کوئی یوسف صدیق کریم ابن کریم ابن کریم کو ان سے متضاد صفات سے متصف کرے تو وہ کافر اور خبیث اور دین اسلام سے خارج و بری ہے۔ ایسے ہی اللہ کے فرمان:

وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖٓ اَسْتَخْلِصْہُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ۔ (یوسف:54)

بادشاہ نے کہا تم اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے لئے خاص کر لوں پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی تو وہ کہنے لگا آج آپ ہمارے پاس محفوظ مہمان ہیں۔

آپ کے خیال میں یوسف علیہ السلام نے اس سے کیا گفتگو کی ہو گی کہ متاثر ہو کر اس نے آپ کو حکومت کی پیشکش کر دی؟ کیا عزیز مصر کی بیوی کا قصہ سنایا ہو گا جو کہ اپنے اختتام کو بخیر و خوبی پہنچ چکا تھا یا ملکی اتحاد یا اقتصادی مشکلات سے متعلق یا کچھ اور؟ غیب دانی کا دعویٰ تو کوئی نہیں کر سکتا البتہ دلیل کے ساتھ بات سچا کرتا ہے سو جو اللہ کے فرمان ﴿فَلَمَّا کَلَّمَہٗ﴾ "پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی" کے اجمال کو اللہ کا یہ فرمان مدد کرتا ہے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (نحل:36)

اور یقیناہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

نیز:

وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔(زمر:65)

اور البتہ آپ کی اور آپ سے پہلے والوں کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر تونے شرک کرلیا تو تیرے سارے عمل برباد ہوجائیں گے اور تو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

نیز یوسف علیہ السلام کی ترجیحی دعوت سے متعلق اللہ کا یہ فرمان:

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ۔(یوسف:37-38)

یقینامیں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر یقین نہیں رکھتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں اور میں نے اپنے آباء ابراہیم واسحاق ویعقوب کی اتباع کی ہے ہمارے لئے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

نیز:

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلاَّ تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔(یوسف: 39-40)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا ایک غالب اللہ کے سوا تم محض ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباء نے رکھ لئے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری حکم صرف اللہ ہی کا حق ہے اس نے حکم دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین لیکن اکثر لوگ نابلد ہیں۔

یقینا یوسف علیہ السلام کے نزدیک سب سے معیاری گفتگو اور ان کی اور ان کے آباء کی دعوت کا سب سے بنیادی اصول یہی ہے یہی سب سے بڑا معروف اور جو چیز اس کے متضاد ہو وہی سب سے بڑا منکر ہے اس بات کے تقرر و تعین کے بعد کہ یوسف علیہ السلام نے ان سے کیا گفتگو کی تھی بادشاہ کا یہ جواب کہ: ﴿اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴾ "یقینا آج آپ ہمارے محفوظ مہمان ہیں" بڑی ہی واضح دلیل ہے کہ بادشاہ نے ان کی تابعداری اختیار کر لی تھی اور دین کفر کو ترک کر کے ملت ابراہیمی کا پیرو بن چکا تھا اور پھر انہیں ہر طرح کے کلام اور دعوت کی مکمل آزادی دے دی تھی اور اس بات کی بھی کہ اس دعوت سے مخالفین کی سرکوبی کریں۔ تو یوسف علیہ السلام کی حالت اور عصر حاضر کے طاغوتی مفتون وزراء کی حالت میں فرق کرنے کے لئے فقط اتنا ہی کافی ہے (ہماری اس گفتگو کے خلاف سورہ غافر کی اس آیت کو دلیل بنانا جائز نہیں جس میں آل فرعون میں سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے شخص نے فرعون وغیرہ سے کہا تھا کہ:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا۔ (غافر:۳۴)

اور البتہ تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف بھی واضح معجزات لے کر آیا پر تم اس کے پیش کردہ میں شک کرتے رہے حتی کہ جب وہ مر گیا تو تم کہنے لگے کہ اللہ اس کے بعد اب کبھی رسول نہ بھیجے گا۔

عدم جواز استدلال کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

① آیت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ یوسف علیہ السلام بن یعقوب ہیں ممکن ہے اور ہوں جیسا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد یوسف بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب ہیں جو ان میں 20 سال نبی رہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے نیز ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی وغیرہ اور جب احتمال آجائے تو دلیل قابل استدلال نہیں رہتی۔

② اگر یہ مان لیا جائے کہ یوسف علیہ السلام ہی مراد ہیں تب بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بادشاہ ایمان نہ لایا تھا کیونکہ ممکن ہے کہ اس شخص کا کلام اکثریت کے متعلق ہو۔

③ اس آیت میں کفر بواح علانیہ کا نہیں بلکہ شک کا تذکرہ ہے اور شک کسی وقت دل میں ہوتا ہے تو کسی دوسرے وقت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یوسف علیہ السلام حاکم بن گئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے

پھر کوئی آپ کے سامنے اپنے شرک کا اظہار کرے اور آپ خاموش رہیں ایسا ناممکن ہے کسی میں یہ جراءت بھی کیونکر ہو جب کہ آپ حاکم اور رسول تھے اور شرک آپ کے نزدیک سب سے بڑا منکر تھا لیکن اگر دل میں کفر و شرک چھپا کر اہل ایمان کے سامنے حاکم کے خوف سے ایمان کا اظہار کیا جائے تو یہ نفاق ہو تا ہے اور لوگوں کے ساتھ ان کے ظاہر کے مطابق برتاؤ ہوتا ہے بلکہ اس شخص کے اس قول کہ: ﴿حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا﴾ ''حتی کہ جب وہ مر گیا تو تم کہنے لگے کہ اللہ اب اس کے بعد کبھی رسول نہ بھیجے گا'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بظاہر اس پر ایمان لے آئے تھے اگرچہ دل سے نہ لائے ہوں۔ یہاں ایک اور شبہہ کا بھی ازالہ کر دینا مناسب ہے جو کہ مفتون وزراء اس شخص کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے ایمان کو چھپا کر رکھا تھا لہٰذا یہ جائز ہے۔ اس کا ردّ یہ ہے کہ ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان میں اور وہ جن حالات سے دوچار تھا اس میں کیا مطابقت و مناسبت ہے؟ کمزور کے ایمان چھپانے اور شرک و کفر اور قانون سازی اور اللہ کے دین کو بگاڑنے اور روندنے میں برابر شریک ہونے میں بڑا ہی واضح فرق ہے کیا وہ شخص ان مفتون وزراء کی طرح قانون سازی یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے یا جمہوریت کی حمایت کرنے میں ان کا برابر کا شریک رہا تھا؟ لہٰذا پہلے اس بات کو ثابت کیا جائے پھر کوئی دوسرا دعویٰ کیا جائے وگرنہ ان فضولیات سے اجتناب کیا جائے)

چہارم: گذشتہ بحث سے جب یہ حقیقت عیاں ہو چکی کہ یوسف علیہ السلام توحید کی مخالفت کر کے یا دین ابراہیمی کو پس پشت ڈال کر وزیر نہیں بنے تھے جیسا کہ آج کل بنتے ہیں تو اب اگر یہ مان لیا جائے کہ بادشاہ اپنے کفر پر باقی رہا تھا تو یوسف علیہ السلام کی وزارت اس صورت میں ایک فرعی مسئلہ کی شکل اختیار کر جائے گی جس کا اصول دین سے کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یوسف علیہ السلام سے شرک و کفر یا کفار سے تعلقات یا اللہ کے ساتھ قانون سازی وغیرہ نواقض ایمان کچھ بھی صادر نہ ہوا تھا بلکہ آپ ہمہ وقت توحید کا پرچار اور شرک کی تردید کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ فروعی مسائل کے متعلق فرماتا ہے کہ: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ (مائدہ:48) ''اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے (الگ) شریعت اور منہج بنایا ہے'' لہٰذا انبیاء کی شریعتیں احکام فروعی میں تو مختلف ہوتی ہیں البتہ اصول دین میں متفق و متحد جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ہم انبیاء کی جماعت علاتی (باپ ایک ماں الگ) بھائی ہیں ہمارا دین ایک ہے۔ بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) یعنی اصول دین توحید وغیرہ میں ایک ہیں البتہ شریعت کے مسائل واحکام میں مختلف ہیں ہم سے پہلے کی شریعت میں ایک شئے حرام ہو پھر ہمارے لئے حلال ایسا ممکن ہے مثلاً مال غنیمت کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے یا ہم

سے پہلے والوں پر سختی ہو پھر ہمارے لئے نرمی کر دی جائے لہٰذا گزشتہ شریعت کی ہر بات ہمارے لئے شریعت نہیں خاص طور پر جبکہ ہماری شریعت میں اس کے خلاف دلیل بھی ہو اور ہماری شریعت میں اس عمل کی حرمت پر دلیل موجود ہے جو یوسف علیہ السلام کی شریعت میں حلال تھا۔ابن حبان، ابویعلیٰ اور طبرانی نقل کرتے ہیں کہ" نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم پر بے وقوف حاکم آئیں گے جو بدترین لوگوں کو قریب کریں گے اور نماز تاخیر سے پڑھیں گے سو تم میں سے جو ایسا وقت پائے وہ ہر گز کوئی ناظم یا سپاہی یا ٹیکس آفیسر یا خزانچی نہ بنے)اور راجح بات یہ ہے کہ ان حکمرانوں سے فاسق امراء مراد ہیں جو کافر نہ ہوں کیونکہ ڈرانے والا جب کسی چیز سے ڈراتا ہے تو عام طور پر اس چیز کا سب سے برا پہلو بیان کرتا ہے لہٰذا اگر وہ کافر ہوتے تو آپ ضرور بتاتے جب کہ آپ نے ان کی سب سے بڑی برائی یہ بیان کی کہ وہ بدترین لوگوں کو قریب کریں گے اور نماز تاخیر سے پڑھیں گے اس کے باوجود نبی علیہ السلام نے واضح طور پر منع فرمایا کہ کوئی ان کا خازن یعنی خزانچی بنے تو جب فاسق حاکم کا خزانچی بننا ہماری شریعت میں حرام ہو تو کسی کافر کا وزیر خزانہ بننا کس طرح جائز ہو سکتا ہے لہٰذا یوسف علیہ السلام کا تقاضا کہ:﴿قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴾(یوسف:55)"تو مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے کیونکہ میں محافظ اور ماہر ہوں"اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں منسوخ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

اگرچہ ہدایت کے لئے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر کوئی اپنے فہم و تدبر اور آراء الرجال ادلہ وبراہین پر مقدم کرتا ہو تو اگر اس کے سامنے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ کر دیا جائے وہ ہدایت حاصل نہیں کر سکتا:﴿وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا﴾(مائدہ:41)"اور جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو آپ اللہ کے مقابل اس کے لئے ہر گز کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے"

اس شبہے کے متعلق بحث کے اختتام سے قبل ہم اس پارلیمانی اور وزارتی شرک و کفر کو اپنے فہم و تدبر سے جائز قرار دینے والوں کے متعلق ایک تنبیہ کر دیں کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے یوسف علیہ السلام کے وزیر بننے سے متعلق کلام کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں جبکہ یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء و بہتان سے زیادہ کچھ بھی نہیں کیونکہ انہوں نے اس قصے سے قانون سازی کے محل یا کفر یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے کے جواز پر دلیل نہیں لی ہے ان جیسے راسخ العقیدہ اور عقل مند شخص سے اس بدعقیدگی اور بے عقلی کی توقع نہیں کی جا سکتی ایسی بات تو عام عقل مند بھی نہیں کہہ

سکتا چہ جائیکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عاقل وعالم ربانی یہ بات کریں یہ ناممکن ہے کیونکہ اس سلسلے میں ان کا عقیدہ واضح اور معروف ہے کیونکہ اس بات کا دارومدار جلب المصالح اور درء المفاسد کے قاعدے پر ہے اور اس کائنات کی سب سے بڑی مصلحت توحید اور سب سے بڑا مفسدہ شرک و تندید ہے اور پھر وہ یوسف علیہ السلام کے متعلق اس عہدے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:"ان سے جس قدر انصاف اور خیر خواہی ہو سکی انہوں نے کی اور حتی الامکان انہیں ایمان کی دعوت دی۔(مجموع الفتاوی:28/68)

انہوں نے مطلق طور پر کہیں نہیں کہا کہ یوسف علیہ السلام اللہ کے ساتھ قانون سازی کرتے یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے والے کے ساتھ شریک ہوتے یا جمہوریت وغیرہ ادیان باطلہ کی اتباع کرتے جیسا کہ آج کل کے مفتون وزراء کی حالت ہے جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو اپنے شبہات کے پردوں میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو گمراہ اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر سکیں۔اور پھر اے میرے موحد بھائی اس سب کو چھوڑ دیں ہمارا قائد اور ہماری دلیل جس کی طرف ہم بوقت اختلاف رجوع کرتے ہیں وہ وحی ہے نہ کہ کچھ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کا کلام ہے اور اللہ کے رسول کے بعد ہر ایک کے قول کو قبول یا رد کیا جا سکتا ہے لہٰذا اگر بفرض محال ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کچھ کہا بھی ہو تو ہم اسے ان سے کیا اگر ان سے بڑھ کر کوئی آجائے اس سے بھی قبول نہ کریں گے حتی کہ وہ ہمارے پاس اس کی واضح دلیل نہ لے آئے جو وحی سے ہو:

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ۔(انبیاء:45)

اے نبی کہہ دیجئے در حقیقت میں تمہیں بذریعہ وحی ڈراتا ہوں۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔(بقرہ:111)

اے نبی کہہ دیجئے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

لہٰذا باخبر رہیں اور توحید پر ڈٹے رہیں اور شرک وکفر کے دوستوں اور توحید وسنت کے دشمنوں کی چالوں میں نہ آئیں بلکہ اس گروہ میں شامل رہیں جو اللہ کے دین کو قائم رکھے جن کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا:"جو ان کی مخالفت کرے

یا ان کی مدد نہ کرے وہ انہیں نقصان نہ دے سکے گا حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور وہ اسی طرح ہوں"۔(فتح الباری:13/295)

دوسرا شبہہ: "بندگان خواہش اپنے طاغوتی قانون سازوں خواہ وہ حکام ہوں یا پارلیمنٹ میں ان کے نائبین وغیرہ کے حق میں نجاشی کے قصے کو بھی دلیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نجاشی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت نہیں کی اور اسی حالت میں فوت ہوا اس کے باوجود نبی علیہ السلام نے اسے "نیک بندہ" قرار دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور صحابہ کو اس کے حق میں دعا کرنے کا حکم دیا"۔

اس شبہے کا جواب درج ذیل ہے۔ وباللہ التوفیق

اول: اس شبہے کو دلیل بنانے سے قبل معترض کسی واضح صریح غیر معارض نص کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ اسلام لانے کے بعد بھی نجاشی نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کی تھی کیونکہ میں نے اول تا آخر ان کے تمام بیانات پڑھ لئے مجھے ایسا ثبوت نہیں مل سکا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾(بقرہ:111)"اے نبی کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لے آؤ"۔ گویا اگر وہ دلیل پیش نہ کر سکیں تو یہی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

دوم: یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ نجاشی کی وفات تکمیل شریعت سے پہلے ہوئی تھی اور وہ اللہ کے فرمان:﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾(مائدہ:3)"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو بطور دین پسند کر لیا"۔ کے نزول سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا جیسا کہ ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے۔(البدایۃ والنھایۃ:3/277)

لہٰذا اس کے حق میں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنا اس وقت اتنا ہی تھا جتنا دین اسے پہنچا تھا کیونکہ اسی طرح کے معاملات میں ڈرانے کے لئے قرآن کا پہنچنا ضروری ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔(انعام:19)

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ میں تمہیں اور جن کو یہ پہنچے انہیں اس کے ذریعے ڈراؤں۔

اور اس دور میں آج کل کی طرح ذرائع ابلاغ واتصال نہ تھے اسی لئے بعض شرعی احکام چند سالوں بعد معلوم ہوتے تھے بلکہ بسااوقات اس وقت معلوم ہوتے جب دور دراز کا سفر طے کر کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا جاتا لہٰذا دین نیا ہوتا رہا قرآن اترتا رہا اور شریعت اس وقت تک مکمل نہ ہو سکی صحیح بخاری کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس کی واضح دلیل ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کو (نماز میں) سلام کر لیتے اور آپ ہمیں جواب بھی دیتے (یعنی وعلیکم السلام کہہ کر) پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے ہو کر آئے تو آپ نے ہمیں جواب نہ دیا اور فرمایا یہ نماز میں شغل ہے۔ تو جب وہ صحابہ جو نجاشی کے پاس تھے عربیت اور بہت سی احادیث نبویہ سے واقف تھے اس کے باجود ان تک یہ نماز میں کلام کا نسخ نہیں پہنچا جبکہ نماز تو بڑی عیاں عبادت ہے نبی علیہ السلام پانچ مرتبہ نماز پڑھاتے تھے تو وہ تمام احکامات ومسائل جو نماز کی طرح بار بار ادا نہیں کئے جاتے وہ کیونکر انہیں معلوم ہو جاتے کیا کوئی دین جمہوریت پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی یہ دعویٰ پایہ ثبوت تک پہنچا سکتا ہے کہ نجاشی تک مکمل قرآن یا اسلام پہنچ چکا تھا تاکہ وہ نجاشی کے حال پر اپنی حالت کو قیاس کر سکے ؟

سوم: یہ بات طے شدہ ہے کہ نجاشی تک اللہ کی نازل کردہ جو معلومات پہنچیں اس نے ان کے مطابق حکومت کی اب جو اس کے خلاف کوئی اور دعویٰ کرے تو اس کی بات بلادلیل نہیں مانی جاسکتی : ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو" اور وہ تمام باتیں جنہیں بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے وہ اس بات کی دلیل ہیں کہ اس وقت تک نجاشی کے پاس اللہ کی نازل کردہ جو معلومات پہنچیں اس نے ان کے مطابق حکومت کی۔

① اس وقت تک اللہ کے نازل کردہ کے مطابق اس پر یہ واجب تھا کہ وہ توحید ورسالت پر اور عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت وعبودیت پر ایمان رکھے اور اس نے ایسا کیا اس سلسلے میں نجاشی کا وہ خط ملاحظہ ہو جسے اس نے نبی علیہ السلام کی طرف روانہ کیا جس کا تذکرہ عمر بن سلیمان الاشقر نے اپنے کتابچے ((حکم المشارکۃ فی الوزارۃ والمجالس السیاسیۃ)) کے صفحہ 71 میں بحوالہ زادالمعاد: 6/60 کیا ہے۔

۲ ایسے ہی نبی علیہ السلام کی اس کی بیعت کرنے اور ہجرت کا معاملہ ہے مذکورہ خط میں نجاشی کہتا ہے: "اس نے اللہ کے رسول کی بیعت کرلی ہے اور اس کے بیٹے جعفر اور اس کے مصاحبوں نے بھی اور اللہ کے رسول کے ہاتھ پر اللہ کے لئے اسلام لے آیا ہے"۔ اس میں یہ تذکرہ بھی ہے کہ "اس نے اپنے بیٹے اریحابن اصحم بن ابجر کو آپ کی طرف روانہ کیا" اور یہ بھی ہے کہ "اگر آپ چاہیں تو میں خود رسول اللہ آپ کے پاس آجاؤں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ کہا وہ حق ہے" پھر شاید وہ اس کے فوراً بعد مر گیا یا نبی علیہ السلام نے اس وقت اس کو کوئی جواب نہیں دیا یہ تمام باتیں اس قصہ میں مخفی ہیں لہٰذا کچھ بھی یقینی طور سے نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ اس کے ذریعے توحید اور اصول دین کے خلاف استدلال کیا جائے۔

۳ ایسے ہی اس نے نبی علیہ السلام اور دین اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی جو صحابہ اس کی طرف ہجرت کرکے گئے ان کی مدد کی انہیں پناہ دی اور ہر طرح سے خیال رکھا نہ تو انہیں بے یار و مددگار چھوڑا نہ ہی انہیں قریش کے حوالے کیا نہ ہی حبشہ کے عیسائیوں کو ان کے خلاف کاروائی کی اجازت دی جبکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے عقیدے کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے بلکہ نبی علیہ السلام کی طرف اس کے ایک دوسرے خط میں ہے کہ: "اس نے اپنے بیٹے کو ساٹھ حبشیوں کے ساتھ نبی علیہ السلام کی طرف روانہ کیا ہے.......(ایضاً ص 73) یہ سب آپ کی مدد و تائید اور اتباع میں ہی تھا اس سب کے باوجود عمر الاشقر لاپروائی کی انتہاء کرتے ہوئے اپنے مذکورہ کتابچے کے صفحہ ۳۷ پر لکھتا ہے کہ "نجاشی نے اللہ کے قانون کے مطابق حکومت نہیں کی تھی" جبکہ یہ نجاشی جیسے موحد پر افتراء و بہتان ہے حق یہ ہے کہ اس نے اس کے پاس پہنچنے والی اللہ کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق حکومت کی تھی اور اس کے برعکس کوئی یہ بھی بات قطعی غیر معارض دلیل کے بغیر مردود ہے اور کہنے والا جھوٹا ہے: ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "کہہ دیجئے اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو" لہٰذا جس نے یہ دعویٰ کیا اس نے کوئی صریح دلیل پیش نہیں کی بلکہ تاریخ کے اندھیروں سے چراغ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے جبکہ تاریخی روایات سب کی سب قابل قبول نہیں ہوتیں خاص طور پر جب وہ آیات واحادیث صحیحہ کے بھی معارض ہوں لہٰذا ایسے لوگوں سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے چھت توڑ ڈالو پھر نقش نگاری کرتے رہنا۔

۴ نجاشی کے قصہ میں ایک ایسے حاکم کی صورتحال بیان کی گئی ہے جو کافر تھا پھر اپنے منصب پر رہتے ہوئے ہی اسلام لے آیا اور نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق اپنے اسلام کا فرمانبرداری کے ساتھ اعلان بھی کر دیا کہ آپ کی طرف اپنے

بیٹے اور قوم کے چند چیدہ اشخاص کو روانہ کیا تاکہ آپ سے آپ کی طرف ہجرت کی اجازت چاہے اور آپ کی اور دین اور دینداروں کی مدد کرے بلکہ اپنے سابقہ عقیدے اور شرک سے براءت کا اظہار بھی کرے اور حق کو طلب کرنے اور دین کو سیکھنے کی کوشش کرے تاکہ اور اسی راستگی کے عالم میں اللہ سے ملاقات کرے اور یہ سب شریعت کی تکمیل اور مکمل شریعت اس تک پہنچنے سے پہلے کی باتیں ہیں نجاشی کے متعلق صحیح احادیث وآثار میں وارد شدہ یہ حقیقی صورتحال ہے اور ہم اپنے مخالفین کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس کے برعکس کچھ ثابت کرکے دکھائیں لیکن دلیل صریح سے نہ کہ تواریخ سے جو ناقابل اعتبار ہیں (اسلامی تاریخ جو اب تک لکھی گئی اس کی اپنی کیا حیثیت ہے اور کن مورخین نے اسے رقم کیا ہے کیا وہ مسلمان تھے کیا اسلام سے اور اس کے مزاج سے مکمل طور پر واقف تھے یا مغرب سے درآمد یا مرعوب تھے اور اسی ماحول کے پروردہ تھے مورخین کی اکثریت کس حیثیت کی حامل ہے اور اس کی رقم کردہ تاریخ کی کیا حقیقت ہے اور کیا اب اہل اسلام کو اپنی تاریخ دوبارہ سے از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں ان تمام حقائق کا ادراک کرنے کے لئے ملاحظہ ہو سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "فی التاریخ فکرۃ ومنہاج" جس کا اردو ترجمہ "تاریخ فکر و منہج کے آئینہ میں " کے نام سے www.muwahideen.co.nr کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔از مترجم)

اور وہ صورتحال جس کے لئے استدلال کیا گیا تو وہ صورت ہی انتہائی خبیث ہے کیونکہ یہ ایسے لوگوں کی صورتحال ہے جو بظاہر اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور جو اسلام کے منافی عمل ہے اس سے براءت بھی نہیں کرتے بلکہ اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس طرح ایک ہی وقت میں دو باہم متضاد حقیقتوں کو اپناتے ہیں پھر اس پر فخر کرتے ہیں دین جمہوریت سے بری الذمہ نہیں ہوتے جیسا کہ نجاشی عیسائیت سے بیزار ہوا تھا بلکہ ہر وقت اس کی ثناء خوانی میں لگے رہتے ہیں اور اسے لوگوں کے لئے جائز قرار دے کر اس بگڑے ہوئے دین میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور خود ہی اپنے معبود اور رب مقرر کرکے انہیں اپنے لئے ایسے قوانین بنانے کے اختیار دیتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی بلکہ ان کے ساتھ اس کفریہ قانون سازی میں شریک ہو جاتے ہیں جس کی بنیاد اپنی طرف سے بنایا ہوا دستور ہوتا ہے اور اس کی پابندی کرکے مطمئن رہتے ہیں بلکہ جو اس کی مخالفت کرے یا اس میں عیب لگائے یا اسے معطل کرنے کی کوشش کرے اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور یہ سارے کام تکمیل دین اور ان تک قرآن وسنت اور آثار پہنچ جانے کے بعد کے ہیں۔

للّٰہ انصاف کیجئے اور سوچئے کیا یہ گندی اور اندھیری صورت کو آپ کی تمام تر قومی فرقہ واریت کی ہولناکیوں کے ساتھ اس شخص کی صورتحال پر قیاس کیا جا سکتا ہے جو نیا مسلمان ہو حق کا طالب ہو اور دین کی مدد کرنا چاہتا ہو اور اب تک دین مکمل نہ ہوا ہو اور جو نازل ہو چکا ہو وہ مکمل طور پر اس تک نہ پہنچا ہو؟

ان دونوں صورتوں میں زمین وآسمان اور مشرق و مغرب کا فرق وبعد ہے۔ یہ دونوں حق کے میزان میں تو ہرگز یکجا نہیں ہو سکتیں البتہ ان مطففین کے میزان میں ضرور جمع ہو جاتی ہیں جنہیں اللہ نے بصیرت سے بے بہرہ کر دیا ہو سو وہ دین جمہوریت کو جو توحید واسلام کی ضد ہے عین توحید واسلام سمجھتے ہیں۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْن، الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ، وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ، اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ، لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ (مطففین:1-5)

ہلاکت ہے مطففین کے لئے جو جب خود ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ روز قیامت دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

تیسرا شبہہ: جمہوریت کو جائز قرار دینے کے لئے اسے شوریٰ کا نام دینا بعض عقل کے اندھے اور بصیرت سے کورے اپنے اس باطل کفری جمہوری دین کے لئے اللہ کے موحدین مومنین کے متعلق ان اقوال سے دلیل لیتے ہیں۔ فرمایا: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (شوریٰ:38) "اور ان کا معاملہ باہم مشورہ سے ہوتا ہے" نیز وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ۔ (آل عمران:159) "اور آپ معاملے میں ان سے مشورہ لیں" اپنے اس کفری مذہب کو جائز قرار دینے کے لئے اس پر شوریٰ کا ایک رنگ چڑھاتے ہیں۔

اس کا جواب درج ذیل ہے۔ وباللہ التوفیق

نام بدل جانے سے حقائق بدل نہیں جاتے بلکہ اسی طرح رہتے ہیں بعض تبلیغی جماعتیں جو اس کفری مذہب کی حامل ہوتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ "جب ہم جمہوریت کا اعلان کریں یا اس کی دعوت دیں یا اس کی ترغیب دیں یا اس کے لئے

کوشش کریں تو اس سے ہماری مراد حریت کلمہ ودعوت ہوتی ہے"۔(جمہوریت سے جو حریت مراد لی جاتی ہے وہ سراسر باطل اور کفر ہے کیونکہ اس سے ان کی مراد حریت دعوت الی اللہ وحدہ نہیں بلکہ حریت کلام طاغوت وکفار وملاحدہ ومشرکین اور حریت اعتقادوارتداد ومقدسات میں طعن کی حریت مراد ہوتی ہے جمہوریت مغربی ہو یا عرب کی ہر ایک میں کفر والحاد اور زندقہ کی مکمل آزادی ہوتی ہے جبکہ اسلام پر مکمل پابندی ہوتی ہے اور ان لوگوں کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مغربی جمہوریت کے کفر میں جکڑ کر رکھ دیں اور کفر تو ایک ہی ملت ہے ان مغالطات سے ضرور باخبر رہیں)تو ہم کہیں گے کہ اہم یہ نہیں کہ تم کیا کہتے ہو اور کیا مراد لیتے ہو بلکہ اہم یہ ہے کہ جمہوریت کو طاغوت مقرر کر کے تمہیں اس میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے اور اس کی وجہ سے انتخابات کرائے جاتے ہیں اور پھر منتخب ہونے کے بعد تم اسی کے مطابق قانون سازی اور حکومت کرتے ہو لہٰذا اگر تم لوگوں کو بے وقوف بنا بھی لو تب بھی اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔(نساء:142)

بے شک منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ وہ ان کے دھوکے کا جواب دیتا ہے۔

نیز فرمایا:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (بقرہ:9)

وہ اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں حقیقت میں وہ لاشعوری طور پر اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں۔

لہٰذا نام بدل دینے سے ان کے احکام نہیں بدلتے نہ ہی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دیا جاتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا:"میری امت کا ایک گروہ شراب کو ایسے نام سے حلال کرے گا جو خود انہوں نے رکھا ہو گا"۔(مسند احمد عن عبادۃ رضی اللہ عنہ:22704)

اس کے علاوہ علماء اور لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو توحید کو برا کہے یا اس کی مخالفت کرے یا اسے خارجیت یا تکفیر کہے یا شرک کو اچھا یا جائز سمجھے یا اس کا مرتکب ہو یا اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھ دے (ملاحظہ ہو الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ

النجدیۃ:1/145) جیسا کہ آج کل یہ لوگ جمہوریت کو جو کہ دین شرک وکفر ہے شوریٰ کا نام دیتے ہیں تا کہ اسے جائز قرار دے کر لوگوں کو اسے اختیار کرنے کی دعوت دیں۔

دوم: مشرکین کی جمہوریت کو موحدین کی شوریٰ پر قیاس کرنا اور مجلس شوریٰ کو کفر و فسق وعصیان کی مجالس کے مشابہ قرار دینا کذب وباطل ہے کیونکہ قومی یا صوبائی اسمبلی یا پارلیمنٹ وثنیت کے مراکز اور شرک کے قلعے ہیں جس میں جمہوری آلھہ اور ارباب اور ان کے شرکاء اپنے دستور اور وضعی قوانین کے مطابق لوگوں کے لئے ایسے قوانین بناتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی (اردنی دستور کے آرٹیکل 25 میں ہے کہ قانون سازی کا اختیار بادشاہ یا قومی اسمبلی کے پاس ہے۔ ایسے ہی کویتی دستور کے آرٹیکل 59 میں ہے کہ دستور کے مطابق قانون سازی صدر یا قومی اسمبلی کرے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف: 39-40)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ غالب تم اس کے سوا ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے آباء نے رکھ لیا اللہ نے ان کی دلیل نہ اتاری حکم کرنا صرف اللہ کے لئے ہے اس نے حکم دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز فرمایا:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ۔ (شوریٰ:21)

کیا ان کے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے قوانین کو دین قرار دیا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔

لہٰذا یہ قیاس ایسے ہی ہے جیسے شرک کو توحید اور کفر کو ایمان پر قیاس کرنا اور اللہ پر بلا علم جھوٹ باندھنا اور اس کی آیات میں الحاد اور حق وباطل اور ظلمت کو خلط ملط کرنا ہے۔ یہ جاننے کے بعد سمجھ لیں کہ شوریٰ جسے اللہ نے اپنے

بندوں کے لئے قانون کی حیثیت دی اس کے اور گندی جمہوریت کے مابین فرق آسمان وزمین جیسا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کر جو فرق خالق و مخلوق میں ہے اسی طرح کا فرق ان دونوں میں بھی ہے۔

① شوریٰ ربانی نظام و منہج ہے جبکہ جمہوریت ان ناقص انسانوں کی کارگزاری ہے جو خواہشات کے اسیر ہیں۔

② شوریٰ اللہ کا قانون اس کا دین اور حکم ہے جبکہ جمہوریت اللہ کے قانون اور دین کے مطابق کفر اور اس کے حکم کے برعکس ہے۔

③ مشاورت وہاں کی جاتی ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور جب نص ہو تو شوریٰ کی کوئی حیثیت نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (احزاب:36)

کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کے لئے جائز نہیں جب اللہ اور اس کا رسول ایک بات کا فیصلہ کر دیں کہ انہیں اپنے معاملے میں اختیار مل جائے۔

جبکہ جمہوریت میں ہر پہلو سے کھیل تماشا ہوتا ہے اس میں نصوص شرع اور احکام الٰہیہ کا مطلق اعتبار نہیں بلکہ مکمل اعتبار قوم ہر پہلو میں قوم کے فیصلے کا ہوتا ہے اسی لئے وہ اپنے دستوروں میں جمہوریت کی تعریف کرتے ہیں کہ عوام تمام قوانین کا سرچشمہ ہیں (یہ چیز مغربی کفری جمہوریت میں ہے جبکہ عربی کفری جمہوریت میں پہلا اور دوسرا دونوں اعتبارات بادشاہ یا صدر کے پاس ہوتا ہے کیونکہ اس کی منظوری کے بغیر عوامی رائے یا فیصلے یا پارلیمنٹ یا عوامی نمائندوں کے فیصلہ جات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اسے مکمل اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے قانون بنائے)

④ جمہوریت اس کائنات میں عوام کو سب سے بڑی قانونی اتھارٹی مانتی ہے یعنی اکثریت کا فیصلہ اکثریت جسے چاہے حلال کرے جسے چاہے حرام کر دے گویا جمہوریت میں اکثریت ہی الٰہ اور رب ہوتی ہے جبکہ شوریٰ میں اکثریت تو اللہ اور اس کے رسول پھر امام المسلمین کے احکامات و فیصلہ جات کی تابعداری کی پابند ہوتی ہے اور امام اکثریت کی رائے یا فیصلے کا

پابند نہیں ہوتا جبکہ اکثریت ان کی اطاعت کی پابند ہوتی اگرچہ وہ ظلم کریں تا آنکہ نافرمانی کا حکم نہ دیں۔(یہ حق بھی ان مسلمان حکام کو حاصل ہے جو اللہ کے قانون کے مطابق حکومت کرتے ہوں اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہوں آج کل کے کافر اور مرتد حکام کو یہ حق حاصل نہیں جو یہود و نصاریٰ سے دوستیاں لگاتے ہیں)

⑤ جمہوریت کا پیمانہ اور معبود اور تمام قوانین کا سرچشمہ اکثریت ہوتی ہے جبکہ شوریٰ میں اکثریت کوئی پیمانہ نہیں بلکہ اللہ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر اکثریت کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ فرمایا:

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔(انعام:116)

اور اگر آپ نے زمین پر رہنے والے افراد کی اطاعت کی تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے وہ محض گمان پر چلتے ہیں اور صرف اندازے لگاتے ہیں۔

وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔(یوسف:103)

اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ آپ اس کی تمنا کرتے رہیں۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ۔(روم:9)

اور اکثر لوگ اپنے رب سے ملاقات کا انکار کرتے ہیں۔

وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔(یوسف:106)

اور نہیں ایمان لائے ان میں سے اکثر اللہ پر مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔(بقرہ:243)

لیکن لوگوں کی اکثریت شکر نہیں کرتی۔

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف:21)
لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا۔ (اسراء:89)
پس اکثر لوگوں نے انکار کر دیا لیکن ناشکری سے (نہیں کیا)۔

اس معنی کی اور بہت سی آیات ہیں نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا:

❁ در حقیقت لوگ ایسے سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں ایک بھی تو سواری کے قابل نہ پائے گا۔ (عن ابن عمر رضی اللہ عنہ متفق علیہ)

❁ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم آگ کا حصہ نکال دے وہ کہیں گے کہ آگ کا کیا حصہ ہے اللہ فرمائے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے اس موقع پر بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو مدہوش خیال کرے گا جبکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہو گا۔ (بخاری عن ابو سعید رضی اللہ عنہ)

لہٰذا اللہ کا دین اور قانون اکثریت کو گمراہ قرار دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ (یوسف:40)
نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

جبکہ جمہوریت اور اس کے حامی اللہ کے اس قانون کو ماننے کے بجائے الٹا کہتے ہیں کہ حکم اکثریت کا ہو گا اب بھی جو ان کی حمایت کرے اس کے لئے تباہی و بربادی ہو خواہ اس کی داڑھی کتنی ہی طویل ہو یا وہ کوئی بھی ہو ہم دنیا میں ان سے اس طرح اس لئے کہتے ہیں شاید وہ توبہ کر لیں جو ان کے لئے بہتر ہے اور یہ دنیا میں سن لینا بنسبت آخرت کے زیادہ سہل ہے کہ جب ساری انسانیت رب العالمین کے روبرو حاضر ہو گی وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر جانا چاہیں گے پر

فرشتے انہیں دھکیل دیں گے اور کہیں گے انہوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا تھا یہ سن کر نبی الرحمۃ فرمائیں گے دفاع ہو جاؤ دور ہو جاؤ جنہوں نے میرے بعد تبدیلیاں کیں (بخاری مسلم)۔

یہ جمہوریت ہی ہے کہ جب یورپی اقوام نے اپنی زندگی سے دین کو نکال پھینکا تو اس نے کفر کی مٹی میں جنم لیا پھر شرک وفساد کے کھلیانوں میں نشو ونما پائی اور ان کی فضاؤں کو زہریلا کرنا شروع کر دیا اس کا ایمان وعقیدہ واحسان کے تینوں اور مٹی سے کچھ تعلق نہیں اور نہ ہی یہ مغرب میں دین کو ریاست سے الگ کئے بغیر اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے اور ایسا ہو جانے کی صورت میں ہی اس گندی جمہوریت نے ان کے لئے لواطت وشراب نوشی وجنسی آزادی ودیگر فواحش کو قانونی حیثیت دی یہی وجہ ہے کہ اسے صرف جمہوری کافر یا جاہل بے وقوف ہی جائز یا شوریٰ کے مساوی قرار دے کر اس کا دفاع کر سکتا ہے ان دو کے سوا کوئی تیسرا نہیں۔

اور یہ دور جس میں اصطلاحات میں بڑا اختلاط ہے اور باہم متضاد امور یکجا ہو رہے ہیں ایسے دور میں اگر بندگان شیطان ان کفریہ افکار کو اپنالیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں البتہ اس پر ہے کہ کچھ نام نہاد مسلمان اس پر شرعی لبادہ اوڑھا کر اسے جائز قرار دے کر اس کی ترغیب دیتے ہیں جس طرح ماضی میں جب اشتراکی نظریہ ظاہر ہوا تو کچھ فتنہ پروروں نے اسلامی اشتراکیت کی اصطلاح گڑھ لی اور کچھ قوم پرست عربوں نے اسے قبول بھی کیا اور اسلام میں شامل کر دیا جبکہ آج انہیں میں سے بہت سے لوگ ان زمینی دستوروں کا ڈھنڈورہ پیٹنے لگے ہیں اور جمہوری آسیبوں کو اسلامی فقہائی شریعت سے مشابہت دیتے ہوئے فقہاء قانون (قانون داں یا ماہر قانون) بالکل نہیں شرماتے اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں مثلاً مشرع (شریعت ساز) شریعت (قانون سازی) حلال، حرام، جائز، مباح اور محظور (ممنوع) اس کے باوجود اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ درست ہیں۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اس کی وجہ علم اور علماء کا قحط اور معاملات نااہل ہاتھوں میں دینا اور بدترین لوگوں کے لئے میدان خالی چھوڑ دینا۔

افسوس آج دین اور علم اور دیندار علماء ربانیین عوام الناس میں نہیں بلکہ خود نام نہاد مسلمانوں میں اجنبی ہو کر رہ گئے جو نہ لا الٰہ الا اللہ کے حقیقی معانی جانتے ہیں نہ ہی اس کے لوازمات وتقاضے اور شروط سے ہی واقف ہیں بلکہ دن رات اس کے منافی امور کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں اور شرک کے جھانپڑ سہہ کر بھی خود کو موحد گمان کرتے ہیں بلکہ اس کے

داعی۔ انہیں چاہئیے کہ اپنی اصلاح کریں اور علم کے حلقوں میں بیٹھ کر علم حاصل کریں تاکہ لا الہ الا اللہ کے حقیقی معانی سے آگاہ ہوسکیں کیونکہ اس کے علم کو حاصل کرنا ہی اللہ نے انسان پر سب سے پہلے فرض کیا لہٰذا نواقض وضوء اور مبطلات صلاۃ سے بھی پہلے اس کلمے کے تقاضوں اور شروط کا علم حاصل کرنا چاہئیے کیونکہ نماز اور وضوء کے اس کے بغیر درست نہیں اب بھی اگر لوگ نہیں سدھرتے اور گھمنڈ میں رہے تو یقینا خسارے میں جائیں گے اپنے اس کلام کا اختتام میں علامہ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ کلام پر کرتا ہوں جنہوں نے ﴿وامرھم شوریٰ بینھم﴾ "اور ان کا معاملہ باہم مشورے ہوتا ہے" اس جیسی آیات کے ذریعے اپنی گندی جمہوریت کو جائز قرار دینے والوں کی بڑی موثر تردید کی ہے چنانچہ آیات :﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾(آل عمران:159)"اور معاملے میں ان سے مشورہ لے "﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾(شوریٰ:38)"اور ان کا معاملہ باہم مشورہ ہوتا ہے" کی تفسیر کے حاشیے میں فرماتے ہیں:

> عصر حاضر میں دین کو مذاق بنالینے والے علماء وغیرہ ان دونوں آیات کو اپنی باطل تاویل اور گمراہ کرنے کے لئے مشق ستم بناتے ہیں تاکہ فرنگی کے بنائے ہوئے دستوری نظام کو جائز قرار دیں جس کا نام انہوں نے جمہوری نظام رکھ کر عوام کو دھوکے میں رکھا ہوا ہے یہ لوگ ان دونوں آیات کو سرورق اور ہیڈنگ بناتے ہیں تاکہ اسلام سے منسوب جماعتوں کو دھوکہ دے سکیں درحقیقت یہ ایسا کلمہ حق ہے جس سے باطل مقصد پورا کیا جارہا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام مشاورت کا حکم دیتا ہے۔ یقینا اسلام مشاورت کا حکم دیتا ہے لیکن کس قسم کی مشاورت کا اللہ اپنے رسول سے فرماتا ہے:﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ﴾(آل عمران:159)"اور آپ معاملے میں ان مشورہ لیں پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں" اس آیت کے معنی واضح اور صریح ہیں محتاج بیان نہیں نہ ہی تاویل کے محتمل ہیں اس میں حکم رسول کو ہے اور رسول کے بعد اس کے نائب یعنی حاکم کو ہے کہ وہ اپنے قابل اعتماد اور قابل ساتھیوں سے مشورہ لے ان مسائل میں جن میں تنفیذ یا اجراء کے لئے آراء کے تبادلے اور اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے پھر ان میں سے صحیح ترین یا قریب مصلحت رائے کو اختیار کرکے اس کے نفاذ کا عزم کرلے اور کسی مخصوص گروہ کی رائے کا پابند نہ ہو نہ ہی کسی مخصوص تعداد یا اکثریت یا اقلیت کی رائے کا پھر جب عزم کرلے تو اس کے عملی اجراء کے لئے صرف اللہ پر توکل رکھے۔ اس آیت میں سادہ مفہوم جسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں یہ ہے کہ رسول یا اس کے نائب کو جن افراد سے مشاورت کا حکم ہوا ان سے اللہ کی حدود کی پابندی کرنے والے نیک

اور متقی رفقاء مراد ہیں جو نماز وزکاۃ اور جہاد فی سبیل اللہ کے پابند ہوں جن کے متعلق خود نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: "عقلمند اور سمجھ دار مجھ سے قریب رہا کریں" ان سے بے دین اور اللہ کے دین سے مصروف جنگ یا اعلانیہ گناہ کرنے والے یا خود کو اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے مخالف قوانین بنانے کا مستحق سمجھنے والے اور اللہ کے دین کو برباد کرنے والے ایسے لوگ مراد نہیں جو کفر اور فسق کے مابین ہوں ان کا صحیح مقام یہ نہیں کہ مشیر کے مرتبے پر فائز کئے جائیں بلکہ تختہ دار یا کوڑا ہے ایک دوسری آیت میں ان باتوں کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (شوریٰ:38) "اور جو لوگ اپنے رب کی اطاعت کریں اور نماز پڑھیں اور ان کا معاملہ باہم مشاورت سے ہو اور ہم نے انہیں جو کچھ عطا کیا اس میں سے خرچ کرتے ہوں۔(عمدۃ التفسیر:3/64-65)

چوتھا شبہہ: نبی علیہ السلام کا حلف الفضول میں شریک ہونا۔

ان لوگوں نے اپنی شرکیہ قانون ساز پارلیمنٹ میں شراکت کے جواز کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حلف الفضول میں شراکت سے دلیل لی ہے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

اس حلف سے دلیل لینے والا اس معاہدے کی حقیقت ہی نہیں جانتا یا جانتا ہے تو حق وباطل کو خلط ملط کرتا ہے کیونکہ حلف الفضول کا معاہدہ بقول ابن اسحاق اور ابن کثیر اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہم عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں قبائل قریش کے مابین اس وقت طے پایا جب وہ یہاں جمع ہوئے تو انہوں نے اتفاق کیا کہ مکہ میں یا اہل مکہ یا باہر کا جو بھی مظلوم ہوگا اس سے ظلم کو روکیں گے پھر انہوں اس معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا یعنی فضیلت والا معاہدہ۔(البدایۃ والنھایۃ:2/291، الجامع الاحکام القرآن: 6/33، 1/169)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حلف الفضول عرب کا انتہائی عزیز وکریم معاہدہ تھا اور اس طرف سب سے پہلے زبیر بن عبد المطلب نے توجہ کی وجہ یہ بنی کہ زبید قوم کا ایک شخص مکہ میں کچھ سامان لایا جسے عاص بن وائل نے خرید لیا اور اس کی قیمت نہیں دی لہٰذا زبیدی مختلف حلیف قبائل کے پاس شکایت کے لئے گیا لیکن کسی نے مدد نہیں کی اور اس کو بھگا دیا

جب اس نے یہ حالت دیکھی تو سورج طلوع ہونے کے وقت جبل ابی قیس پر چڑھ گیا اور با آواز بلند فریاد کرنے لگا اس وقت قریش مجلس لگائے بیٹھے تھے زبیر بن عبد المطلب سن کر کہنے لگے اس کی ضرور مدد کی جائے گی لہٰذا بنوہاشم اور زہرہ اور تمیم بن مرہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہو گئے زبیر نے ان کے لئے کھانا بنایا اور ذوالقعدہ حرمت والے مہینے میں ایک دوسرے سے قسمیں لیں کہ مظلوم کی حمایت میں ظالم کے خلاف متحد ہو جائیں گے حتیٰ کہ وہ ظالم اس کا حق ادا کر دے جب تک کہ سمندر گیلا رہے یا ثبیر یا حراء (مکہ کے دو پہاڑ) لہٰذا قریش نے اس معاہدے کا نام حلف الفضول رکھ دیا۔اور کہا کہ بڑا فضیلت والا کام ہے جو انہوں نے کیا پھر عاص بن وائل سے زبیدی کا سامان واپس دلایا۔ نیز قاسم بن ثابت غریب الحدیث میں لکھتے ہیں کہ خثعم قبیلے کا ایک شخص مکہ آیا اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو بلا کی حسین تھی نبیہ بن حجاج نے اسے اغواء کر لیا تو خثعمی کہنے لگا اس کے خلاف کون میرا ساتھ دے گا اس سے کہا گیا تو حلف الفضول کا حوالہ دے سو وہ خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر اس کا حوالہ دینے لگا تو سب لوگ اس کی طرف تلواریں بے نیام کر کے بڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ مدد آ گئی بتا کیا بات ہے وہ کہنے لگا کہ نبیہ نے میری لڑکی اغواء کر لی ہے وہ اسے لے کر اس کے گھر گئے اور اسے بلا کر کہنے لگے تو ہمیں اور ہمارے معاہدے کو جانتا ہے لہٰذا اس کی لڑکی واپس کر اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن آج رات اسے میرے پاس رہنے دو انہوں نے کہا کہ نہیں چند منٹ بھی نہیں چنانچہ اس نے اسے واپس کر دیا (اب اگر ہم اس واقعے سے دلیل لیں کہ مظلوموں کی مدد کے لئے مسلح تنظیم بنانا جائز ہے جبکہ نہ تو اسلامی ریاست ہو نہ خلیفہ ہو اور یہ کہیں کہ نبی علیہ السلام نے زمانہ جاہلیت کے اس عہد کی زمانہ رسالت میں تعریف کی تھی جبکہ اس وقت کوئی خلیفہ بھی نہ تھا تو یقینا یہی لوگ ہمیں بدعتی قرار دیں گے اور ہم پر سخت تنقید کریں گے لیکن جب انہیں اپنا الو سیدھا کرنا ہو اور شرکیہ اور کفریہ قوانین ودساتیر کو جائز قرار دینا ہو یا اس میں شراکت کو صحیح بتلانا ہو تو پھر اس سے استدلال جائز ہو جائے گا۔ افسوس اس ناانصافی اور ظلم پر) تو یہ وہ اسباب واہداف تھے جن کے پیش نظر یہ معاہدہ منعقد ہوا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر اس معاہدے میں حاضر تھا اگر مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو پسند نہ کرتا''۔ (بیہقی وحمیدی)

نیز فرمایا: ''اگر آج بھی مجھے اس کے لئے بلایا جائے تو ضرور قبول کروں گا'' مسند حمیدی میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ''انہوں نے باہم عہد کیا کہ حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچائیں گے اور یہ کہ کوئی ظالم کسی مظلوم پر ظلم نہ کرنے پائے'' تو ہم اس معاہدے سے جمہوریت کے صنم کدوں میں پوجا میں شراکت کے جواز کی دلیل لینے والوں سے پوچھتے ہیں کہ اے ارباب عقل ودانش اس معاہدے اور اس متعلقات میں اس بات کی کیا دلیل ہے کہ ابلیسی دستور کے مطابق

قانون سازی کی شرکیہ پارلیمنٹ میں داخلہ جائز ہے کہ جس کے اراکین یاسق سے مشابہ کفریہ قوانین اور ان قوانین کے حاملین کی اطاعت وخدمت اور ان کے مخالفین کی سرکوبی کا عہد کرکے اور اس کی قسمیں اٹھاکر اس آتش کدے کے پجاری بنتے ہیں؟ اور کیا اس معاہدے میں کسی بھی طرح کا کفریا شرک یا اللہ کے ساتھ قانون سازی میں شراکت یا اللہ کے دین کے علاوہ دین کا احترام تھا کہ اس سے دلیل لینا جائز ہو؟ اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو گویا تم یہ دعویٰ کررہے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے کفر اور قانون سازی میں شرکت کی اور اللہ کے دین کے علاوہ دین کی اتباع کی اور اگر اسلام آنے کے بعد بھی آپ کو اس طرح عمل کے لئے بلایا جاتا تو آپ ضرور جاتے تو ایسا گمان رکھنے والے کے کفر وارتداد وزندقہ پر دونوں جہاں شاہد ہیں اور تم یہ کہہ کر نہیں اس معاہدے میں نہ تو کفر تھا نہ ہی کسی طرح کی قانون سازی نہ ہی کوئی اور خامی بلکہ اس میں مظلوم کی مدد اور نادار کی دادرسی وغیرہ فضائل تھے تو پھر تم کفر وفسق اور شرک وظلم عظیم کی ان پارلیمنٹوں کو اس معاہدے پر کس طرح قیاس کرسکتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ نیز ہمارا یہ سوال بھی ہے کہ اگر اس معاہدے میں خواہ اس کے مشمولات کچھ بھی ہوں شراکت کے لئے لات، منات، عزیٰ کے احترام اور قریش کے کفریہ عقائد اور ان کے بتوں اور ان کی جاہلیت کی مدد پھر اس کے بعد مظلوم کی مدد کی قسمیں اٹھانی پڑتیں تو کیا نبی علیہ السلام اس میں شریک ہوتے؟ یا حالت اسلام میں آپ کو اگر کسی ایسے معاہدے کے لئے بلایا جاتا تو کیا آپ جاتے؟ اگر تمہارا جواب ہاں میں ہو تو یقینا امت وملت اسلامیہ تم سے بری وبیزار ہیں اور اگر جواب یہ ہو کہ ہرگز نہیں تو پھر ان بودے اور کھوکھلے دعووں اور دلیلوں کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے کیوں ان کا رونا روتے ہو؟ ﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

پانچواں شبہہ: دعوتی مصلحت

ان کا کہنا ہے کہ پارلیمنٹ یا اسمبلی میں جانے میں بڑی مصلحتیں ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ اس کی دلیل مصلحت مرسلہ ہے اور پھر دعوت الی اللہ اور کلمہ حق کے پرچار اور منکرات کے ازالے اور دعوت وداعیان پر کی گئی پابندیوں وسختیوں میں تخفیف کا تذکرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں عیسائیوں یا گمراہوں یا شیعہ کے لئے خالی نہیں چھوڑنا چاہئیے کچھ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کی شریعت کی حاکمیت اور اس کے دین کی اقامت کی مصلحت یہیں سے حاصل ہوسکتی ہے. اس کے علاوہ ان کی اور بہت سی بھونڈی اصطلاحات ورقیق تاویلات وباطل خواہشات جن کا تعلق اور مدار مصلحت پر ختم ہوتا ہے۔ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک فتوے میں اس طرح کی اصطلاحات کا بھرپور ردّ کیا ہے جس میں دعوتی مصلحت کا عذر تراشا جاتا ہے ہم نے اس فتوے کی تحقیق کی ہے اس پر تعلیق

اور مقدمہ بھی لکھا ہے جس کا نام "القول النفيس في خديعة ابليس "اس باب میں اس کا مطالعہ مفید ہے۔(الحمد للہ یہ کتاب بھی اردو ترجمہ کے ساتھ www.muwahideen.co.nr پر موجود ہے)ہم اس کے جواب میں اللہ کی توفیق سے کہتے ہیں کہ:

کون ہے جو اپنے دین اور اپنے بندوں کی مصلحتوں سے کماحقہ آگاہ ہے اللہ لطیف وخبیر یا تم اپنی باطل اصطلاحات اور استحسانات کے ساتھ ؟اگر تمہارا گمان یہ ہو کہ "ہم "تو ہم کہیں گے کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین تم جن کی عبادت کرتے ہو ہم ان کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم جس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہیں تم اس کی عبادت نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ نے اپنے کلام میں فرمایادیا: مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔(انعام:38)"ہم نے کتاب میں کچھ بھی نہیں چھوڑا"نیز ان جمہوریوں کا ردّ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ (قیامۃ:36)"کیاانسان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ سے بے کار چھوڑدیاجائے گا"نیز:﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾(مومنون:115) "کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیاہے"اور یہ تو ہمارے دین میں ہے جبکہ تمہارے دین جمہوریت میں تو انسان خود ہی قانون ساز اور خود ہی اس کے مطابق فیصلہ کرنے والا اور خود ہی اس پر چلنے والا وہ تو گویا یہ ہی کہتے ہیں کہ کیاانسان کو بے کار پیدا کیا گیاہے وہ آزاد محض ہے جو قانون یا دین بنائے جس پر چاہے چلے جسے چاہے ٹھکرادے اس کا بنایاہوا قانون جس پر وہ عمل پیرا ہے کتاب اللہ کے مطابق ہو یا مخالف اس کی کچھ اہمیت نہیں لیکن کسی بھی طرح وہ دستور اور زمینی وضعی قانون کے خلاف نہ ہوناچاہئیے۔﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾(انبیاء:67)"تف ہے تم پر اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں پر کیا تم عقل نہیں رکھتے۔اور اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ بلکہ اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی ہے جو اپنے بندوں کے لئے حدود مقرر کرتا ہے کیونکہ وہ خالق ہے اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے آگاہ ہے:

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔(ملک:14)

کیاوہ نہیں جانتا کہ اس نے کس کو پیدا کیاحالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

تو پھر ہمیں بتاؤ کہ وہ کون سی بڑی مصلحت ہے جس کی خاطر اس نے انسان وجنات اور زندگی اور موت پیدا کی اور اسی کی خاطر کتابیں اتاریں انبیاء بھیجے جہاد فرض کیا اور جس کی خاطر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے ؟اب اگر تمہارا

جواب یہ ہو کہ وہ توحید خالص اور اس کے منافی شرک و تندید سے اجتناب و بغض وعداوت کا اظہار ہے۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اے اصحاب عقل و فہم کیا یہ بات عقل کے لائق ہے کہ تم اس عظیم قطعی کلی مصلحت کو فوت کر دو اور طاغوت کی موافقت کرتے ہوئے اللہ کے دین کے علاوہ غیر اللہ کے دین جمہوریت کو قبول کر لو اور غیر اللہ کے قانون دستور کا احترام کرو اور قانون ساز آلھۃ باطلہ کی اتباع کرو اور دیگر جزوی ظنی مرجوح مصلحت کی خاطر کائنات کی اس سب سے عظیم مصلحت یعنی توحید خالص اور طواغیت کے ساتھ کفر کرنا اسے فوت کر دو؟ اس ظلم وناانصافی پر سوائے کفریہ دین جمہوریت کے اور کوئی دین یا قانون یا معیار ومیزان راضی نہ ہو گا۔ اور کیونکر تم میں سے کچھ لوگ یہ کہنے کی جرائت کرتے ہیں کہ یہ شرکیہ پارلیمنٹ مصالح مرسلہ سے متعلق ہے؟ قائلین مصالح مرسلہ کے مطابق اس سے مراد ایسا کافر ہے کہ شریعت نہ تو اس کے معتبر ہونے کی شہادت دے نہ ہی بے کار ہونے کی تو کیا ہمارے نزدیک شریعت شرک و کفر اور اسلام کے مقابل ہر دین وملت کی تردید نہیں کرتی اور اسے غیر معتبر قرار نہیں دیتی؟ اور پھر تم اس شرکیہ پارلیمنٹ میں اسلام کی حقیقی اور بنیادی دعوت توحید کو دفن کرنے کے بعد کون ساحق یا دعوت ہے جس کا تم پرچار کرو گے؟ کیا جزئی اور فرعی مصلحتوں کی خاطر اصل الاصول سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے؟ اور پھر جب تم ان جزئی اور فرعی مصلحتوں کی حصول کی خاطر کوشش بھی کرو مثلاً شراب کو حرام قرار دینے کی کوشش کرو تو تمہارا یہ مطالبہ کس دلیل اور سند کے ذریعے ہو گا؟ کیا تم یہ کہو گے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اسے حرام کیا ہے یا اگر تمہارا یہی زعم ہے تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ جمہوری دین اور دستوری قانون میں اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ صرف دستور ہی اصل مصدر وماخذ ہے لہٰذا اس مطالبے کے لئے تمہیں یہی کہنا ہو گا کہ آرٹیکل 24،2 اور 25 میں اس طرح ہے۔ یہی تو شرک و کفر اور الحاد ہے اس راہ پر چلنے والے کا عقیدہ توحید محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ (نساء:60)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا زعم ہے کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے کے لئے طاغوت کے پاس ہی جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکے۔

بھلا ہمیں بتاؤ کیا ان بت کدوں میں شرکیہ اور کفریہ راستوں کے سوا قانون سازی ممکن ہے ؟ پھر تم اللہ کا نال کر دہ سارا دین اور نظام اس راستے سے چل کر قائم کرنا چاہتے ہو کیا نہیں جانتے کہ یہ مسدود کفریہ راہیں ہیں کیونکہ بالفرض محال اگر ایسا ہو بھی گیا تب بھی یہ اللہ کا نظام نہ کہلائے گا بلکہ دستوری یا عوامی یا جمہوری حکومت ہی کہلائے گی عمل ، قانون سازی اور نفاذ کے اعتبار سے قطعاً اللہ کا نظام نہ ہو گا یہی تو طاغوتی نظام ہے اگرچہ بعض امور میں اللہ کے نظام کے مطابق ہی ہو کیونکہ اللہ نے فرمایا:

وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا۔ (کہف:26)

اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ (یوسف:40)

نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کے لئے۔

یہ نہیں فرمایا کہ حکم صرف ان لوگوں کا ہو گا۔ فرمایا:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ (مائدہ:49)

اور یہ کہ حکم کر ان کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے مطابق۔

یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے نازل کردہ کے مثل کے مطابق یا دستور یا قانون کے مطابق بلکہ یہ تو جمہوریت کے بندوں اور مشرکین کا کہنا ہے اور تم کن احمقوں کی دنیا میں ہو کیا تم تاریخی حقائق و تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیا نہیں دیکھتے کہ جزائر، کویت اور مصر وغیرہ میں کیا ہوتا آیا ہے کہ ان اسمبلیوں کو طاغوت کے ہاتھ کا کھلونا بنا دیا گیا اس نے جب چاہا اسے مشروع کر دیا اور جب چاہا تحلیل کر دیا (اردنی دستور کے آرٹیکل 34 کی شق 2 میں لکھا ہے کہ صدر ہی عوامی نمائندوں کو اسمبلی میں بلائے گا وہی اس کا افتتاح کرے گا وہی اس کی صورت متعین کرے گا اور وہی اسے ختم کرے گا دستور کے قوانین کے مطابق اور شق نمبر 3 میں ہے صدر کے لئے پارلیمنٹ کو توڑنے کا اختیار ثابت ہے) نیز اس میں کوئی قانون اس وقت تک قابل عمل نہیں جب تک کہ طاغوت اس کی تصدیق نہ کر دے (کویتی دستور کے آرٹیکل 79 میں ہے: کوئی قانون اس وقت تک نافذ العمل نہیں ہو سکتا کہ آرٹیکل 93 کی شق نمبر ایک میں لکھا ہے: قومی اسمبلی یا

پارلیمنٹ کے پاس کردہ ہر قانون کو تصدیق کے لئے صدر کے پاس بھیجا جائے گا۔ نیز شق نمبر 3 میں ہے کہ: اگر صدر قانون پاس نہ کرے تو 6 ماہ کے اندر اسے پارلیمنٹ کو واپس کرنا ہوگا۔ گویا اردن میں صدر کی تصدیق سے بھی پہلے پارلیمنٹ کی تصدیق ضروری ہوتی ہے یعنی پارلیمنٹ در حقیقت صدر کی معاون ہوتی ہے........) کیا اب بھی تم اس کفر بواح اور شرک صریح پر اصرار رکھتے رہو گے اور چیختے چلاتے رہو گے اور یہی راگ الاپو گے کہ ہم ان اسمبلیوں کو شیعوں اور عیسائیوں وغیرہ ملاحدہ کے لیے کیونکر خالی چھوڑ دیں؟ تف ہے ایسی بے عقلی اور خسیس تدبیر پر۔ ارشاد فرمایا:

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (آل عمران:176)

اور آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی دکھاتے ہیں یقینا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اگر تو تم بھی ان ملاحدہ میں شامل ہو تو یہ طرز عمل تمہیں مبارک ان کے ساتھ ان کے کفر و شرک میں شراکت اختیار کر لو تمہاری مرضی لیکن جان رکھو یہ شراکت اس دنیا تک محدود نہ رہے گی بلکہ آخرت میں بھی تم انہی کے ساتھ ہو گے جیسا کہ اللہ اس طرح کی مجالس (عربی میں اسمبلی کو مجلس کہتے ہیں جس کی جمع مجالس ہوتی ہے) میں شرکت سے روکنے کے بعد نہ رکنے کی صورت میں انجام بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا۔ (نساء:140)

یقینا اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں کہ یہ کفر اور اللہ کے دین کے مقابل ایک مستقل دین اور ملت توحید کے منافی ایک ملت ہے پھر اس پر اتنی فریفتگی کیوں؟ پوچھو اپنے دلوں سے اگر اس میں ایمان ہو اور پھر ان اسمبلیوں کو انہی کے لئے چھوڑ دو جو اس کے اہل ہوں اور پھر ان بت کدوں کو چھوڑ کر ملت ابراہیمی حنیفی کی اتباع کرو اور وہی بات کہو جو پدر ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی یعنی یوسف علیہ السلام حالانکہ وہ کمزور اور بے یار و مددگار قید میں تھے:

اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ ھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ۔ (یوسف:37-38)

یقیناً میں نے ایسی قوم کے دین کو ترک کر دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کی بھی منکر ہے اور اپنے آباء ابراہیم، اسحاق، یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک کریں یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

یعنی اس دین کو اختیار ہی نہیں کیا جس میں شرک و انکار ہو سو میرے بھائیوں چھوڑ دو طاغوت اور طاغوتی اسمبلیوں کو ان سے بیزاری کا اظہار کرو اور جب تک ان کی یہ حالت ہو ان کے ساتھ کفر کرو یہی روشن حقیقت ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْھُمْ مَّنْ ھَدَی اللّٰہُ وَ مِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْہِ الضَّلٰلَۃُ۔ (نحل:36)

اور تحقیق ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے الگ رہو پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دے دی اور بعض پر گمراہی صادق آ گئی۔

ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف: 40)

کیا بہت سے مختلف رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ قہار تم اس کے سوا محض ایسے ناموں ہی کو تو پوجتے ہو جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھے اللہ نے ان کی سند نہیں اتاری حکم نہیں مگر صرف اللہ کا اس نے حکم دیا کہ تم نہیں عبادت کرو مگر صرف اسی کی یہ ہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

مہلت ختم ہو اور قیامت قائم ہو جائے اس سے قبل ہی تم یہ سب دھندے چھوڑ دو پھر اس دن تم تمنا ہی کرتے رہ جاؤ گے اور اس دن تو ندامت و حسرت کچھ کام نہ آئے گی:

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ۔ (بقرہ:167)

اور جن لوگوں نے اتباع کی ہوگی کہیں گے کاش ہمیں ایک بار لوٹنا نصیب ہو پھر ہم ان سے بری ہو جائیں گے جیسے وہ آج ہم سے بری ہو رہے ہیں اللہ ان کے اعمال ایسے ہی ان پر حسرتیں بنا کر انہیں دکھائے گا حالانکہ وہ آگ سے نکل سکنے والے نہ ہوں گے۔

آج اس سے باز آجاؤ اور اگر تم واقعی ملت ابراہیمی اور راہ انبیاء کے مالک ہو تو ان سے کہہ دو جیسا کہ ہم کہہ رہے ہیں:

اے اپنے ہاتھوں بنانے والے قوانین اور زمینی نظاموں اور دستوروں کے غلامو! اے دین جمہوریت کے دلدادو، اور اے قانون ساز نام نہاد ربوبیت کا دعویٰ کرنے والو، ہم تم سے اور تمہارے دین سے اللہ کے لئے بری ہیں ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں تمہارے شرکیہ دستوروں اور وثنی اسمبلیوں کو اپنے قدموں تلے روندتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت و بغض ظاہر ہے تا آنکہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ۔

پارلیمانی حقائق

اے ارباب عقل و دانش عبرت حاصل کرو۔

میں نہیں سمجھتا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول کی زبانی جو فیصلہ کر دیا وہ اللہ کے بندوں کی موافقت کا محتاج ہو لیکن اس کے باوجود میں اس صورتحال کے ساتھ دوچار رہا ہوں کہ رب اعلیٰ کا فرمان جو مقدس کتاب میں موجود ہو اللہ کے اس کلام کا قانونی درجہ حاصل کرنے کے لئے پارلیمنٹ میں موجود اللہ کے بندوں کے موافق ہونا ضروری ہے اور اگر پارلیمنٹ میں موجود اللہ کے بندوں کا فیصلہ قرآن میں موجود اللہ کے فرمان کے خلاف ہو تو اللہ کے بندوں کا فیصلہ

ایسے قانون کا درجہ حاصل کرلے گا جس کے مطابق بااختیار عدالتوں میں فیصلہ کیا جائے گا اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اس کے نفاذ کی ضمانت دیں گے اگرچہ وہ قرآن وسنت کے خلاف ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے شراب حرام کی ہے جبکہ پارلیمنٹ اسے جائز قرار دیتی ہے اللہ نے حدود کے قیام کا حکم دیا ہے جبکہ پارلیمنٹ انہیں کالعدم قرار دیتی ہے نتیجہ یہ ہوا پارلیمنٹ کا فیصلہ ہی اسلام کی مخالفت کے باجود قانون کا درجہ حاصل کرلیتا ہے (ماخوذ از مقالہ برائے ڈاکٹر احمد ابراہیم خضر جو کہ مجلس اسلامی لندن کی جانب سے جاری کئے جانے والے مجلہ البیان کے شمارے نمبر 66 میں شائع ہوا)۔8 سال تک رکن پارلیمنٹ رہنے والے ایک عالم اسلام کے مقالے کا یہ خلاصہ ہے ان کی اسٹوری یہ ہے کہ پہلے تو انہوں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ منبروں پر اس بارے میں خطبے ہونے چاہئیں کتابیں لکھی جانی چاہئیں پھر ایک عرصے تک ایسا کرنے کے بعد ان سے ایمان میں اضافہ تو ہوا لیکن یہ بھی سمجھ میں آیا کہ صرف ان طریقوں سے قوانین میں تبدیلی نہیں آسکتی نہ قانون ساز اداروں اور عدالتوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں ان خطبات اور کتب کی کوئی حیثیت وتائید ہے لہٰذا شریعت اسلامیہ کے نفاذ اور لوگوں کو گمراہی سے بچانے اور اسلام کے سایہ عافیت میں لانے کے لئے خود پارلیمنٹ میں جانے کا فیصلہ کیا اور "مجھے دین ودنیا کی خاطر اپنی آواز دو" کا نعرہ لگا کر اور دیگر ذرائع استعمال کرکے پارلیمانی انتخابات میں کامیاب بھی ہوگئے اور مسلسل دوبار پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے اپنے ان دونوں ادوار کے اختتام میں کہنے لگے کہ "اپنے ان دونوں ادوار میں اس قدر اسلامی بیانات کے باوجود وہ اپنی بازگشت کا کوئی منطقی انجام پاتے ہوں یہ انتہائی دشوار ہے" ایک دن یہ صاحب ہم وطنوں کی بھلائی کے لئے قائم کسی ادارے کے دورے پر گئے تو وہاں ان کا سامنا 30 کے قریب خواتین سے ہوا جو فرش پر بیٹھی تھیں انہوں نے وہاں کے ذمہ دار سے ان کا جرم پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ زانیات ہیں وہ پوچھنے لگے کہ ان کے ساتھ زنا کرنے والے مرد کہاں ہیں کیونکہ زنا مرد وعورت کے ملاپ کے بغیر نہیں ہوتا تو وہ ذمہ دار کہنے لگا کہ وہ تو ہمارے نزدیک ان کے خلاف محض عینی گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے ساتھ زنا کیا اور ان کی اجرت دے دی تو اب یہ مقدمہ لے کر آگئیں اس لئے نہیں کہ انہوں نے زنا کیا ہے بلکہ اس لئے کہ جب انہوں نے ان مردوں سے اجرت کا مطالبہ کیا تو وہ جو ان سے زنا کا اعتراف بھی کررہے خود انہی کے خلاف عینی گواہ بن بیٹھے اور قانون ان کے اعتراف زنا کو اہمیت کو اہمیت نہیں دیتا صورتحال سننے کے بعد یہ صاحب انتہائی ناراض ہونے لگتے ہیں تو وہ ذمہ دار شخص ان سے بڑے اطمینان سے کہتا ہے کہ ہم اس قانون کو نافذ کرنے کے پابند ہیں جو آپ لوگ پارلیمنٹ میں بیٹھ کر بناتے ہو یہاں انہیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نفاذ شریعت کا نعرہ لگانے والے کتنی ہی اکثریت میں ہوں اور کتاب وسنت ان کے لئے کتنا ہی بڑا سہارا ہو اانجام کار یہ کہ نفاذ شریعت اس پارلیمنٹ کے

بغیر ممکن نہیں جسے وہ قانون ساز ادارہ کہتے ہیں کیونکہ عدالتیں انہی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں جو پارلیمنٹ میں بنائے جائیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے قرآن وسنت اور اسلام کی حمایت میں اسی قدر متحرک ہوتے ہیں جس قدر پارلیمنٹ انہیں اس حوالے سے اجازت دے اب ان کی فکر کا زاویہ یہ بنا کہ اس مقصد کو اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب اسپیکر پارلیمنٹ یہ جان جائے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے تاکہ وہ اس کے مطابق فیصلہ دے چنانچہ انہوں نے حدود شرعیہ کے نفاذ، سود کی حرمت مع نعم البدل، اللہ کے احکام کی سربلندی کے اسباب کو آسان بنانے، ماہ رمضان کی حرمت کی رعایت کرنے اور اس کے دن کے میں علانیہ افطار نہ کرنے۔ سڑکوں اور ساحلوں کو بدمستیوں سے پاک کرنے اور ایسے ہی بہت سی دیگر اسلامی احکام سے متعلق دستوری قوانین پالیمنٹ میں پیش کردیئے اور ارکان پارلیمنٹ کی ایک بڑی تعداد نے اس سلسلہ میں ان کی حمایت بھی کی اور یہ صاحب اپنے ساتھ بعض اراکین پارلیمنٹ کو عمرے کے لئے لے گئے اور حجر اسود کے قریب کھڑے ہو کر ان سب نے عہد کیا کہ پارلیمنٹ میں اللہ کے قانون کی تائید کریں گے پھر بذریعہ جہاز مدینہ گئے وہاں بھی مسجد نبوی کے صحن میں با آواز بلند اللہ کے دین کا عہد کیا۔ اب ملک کے تین قانونی اداروں کے رکن ان صاحب نے محرمات کے خاتمے اور نفاذ شریعت کی ذمہ داری سنبھال لی اور اس وقت کے وزیر انصاف کو دھمکی دی کہ ان سے چندماہ بعد جواب طلبی ہوگی لیکن نہ تو نفاذ شریعت کے لئے کوئی پیش رفت ہوئی نہ وزیر صاحب نے ان کی بات کا جواب دیا اب انہوں نے اس سے جواب طلب کیا (اور پارلیمنٹ کے رواج کے مطابق جس سے جواب طلب کیا جائے وہ جواب دہی کا اس وقت تک پابند ہوتا ہے جب تک وزیر کی رکنیت معطل نہ کردی جائے یا ایسے وزیر کو جس سے جواب طلبی کی گئی ہو وزارت سے بے دخل نہ کردیا جائے) اب یہ صاحب اس سے جواب طلبی پر مصر ہیں اور حکومت اپنے وزیر کا مسلسل دفاع اور جواب طلبی کے مطالبے سے دستبرداری کا مطالبہ کرتی رہی اور جب رکن پارلیمنٹ کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حکومت نے وزارتی ردوبدل کے ذریعے وزیر انصاف کو معزول کردیا تاکہ جواب طلبی کا جواز ہی نہ رہے اور یہ عمل مسلسل دہرایا گیا حتی کہ پارلیمنٹ کے ساتھ معاملے بازی کا ایک حربہ بن گیا اب یہ صاحب ایک مرتبہ پھر ارکان پارلیمنٹ سے کہتے ہیں کہ اسلامی قوانین کا معاملہ کمیٹیوں کے سپرد کرکے کھٹائی میں ڈال دیا گیا ہے جبکہ تم نے حرمین میں عہد کیا تھا کہ تمہاری آواز اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اور یہ مطالبہ کیا اسلامی قوانین کے فوری نفاذ سے متعلق اس دستاویز پر اپنے اپنے دستخط ثبت کردیں انہوں نے کردیئے انہوں نے یہ دستاویز پارلیمنٹ کے جنرل سیکریٹری کے دفتر میں رکھ دی اور تمام اراکین پالیمنٹ کا حوالہ دے کر اس پر نظر ثانی کا کا مطالبہ کیا اب اسپیکر پارلیمنٹ کھڑے ہوئے اور تمام ارکان پارلیمنٹ کا حوالہ دے کر اسلامی شریعت کے قوانین پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا اور کہا

کہ حکومت بھی اسلام کے متعلق تم سے کم پر جوش نہیں لیکن ہم آپ سے سیاسی اتفاق تک مہلت مانگتے ہیں یہ سن کر تمام دستخط کنند گان اور حرمین میں نفاذ شریعت کا معاہدہ کرنے والے ارکان پارلیمنٹ تالیاں بجانے لگے اور اس کے مطالبے سے متفق ہو گئے لہٰذا نفاذ شریعت کے فوری نفاذ کا مطالبہ ضائع کر کے ایک بار پھر حکومت کے حامی بن گئے۔

اب یہ صاحب نفاذ شریعت سے متعلق اپنی کوشش کے بے سود ہونے پر اپنے ساتھی ارکان پارلیمنٹ سے مایوس ہو گئے کہ وعدہ کرتے ہیں پھر جفا کرتے ہیں پھر اچانک ہی ایک دن اسپیکر پارلیمنٹ کی جانب سے ایک ریزولیشن سامنے آیا کہ اسلامی شرعی قوانین کے لئے ایک عام کمیٹی تشکیل دی جائے گی لیکن جلد ہی اس کا پول بھی کھل گیا کہ حکومت کا یہ ہنگامی اقدام اسلام کی خیر خواہی کے لئے نہ تھا بلکہ پہلے اقدام کے نتیجے کے طور پر ملنے والی ذلت وملامت کے ازالے کے لئے تھا اب ان صاحب نے اس اقدام کا خیر مقدم کیا جبکہ یہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا اب کمیٹی بھی بیٹھ گئی اور عالم رکن صاحب بھی سمجھ گئے کہ ان تلوں میں تیل نہیں اور حکومت میں اللہ کے قوانین کے نفاذ کے گرم خون معدوم ہے کیونکہ اگر اللہ کی رضا مقصود ہو تو بہت سے ایسے معاملات بھی ہیں جن کے نفاذ کے لئے اس قدر جدوجہد کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ وہ بیک جنبش قلم نافذ کئے جاسکتے ہیں مثلاً شراب کے کارخانوں اور دوکانوں کو بند کروانا۔ یہ اور اس جیسے کچھ اور حقائق جب جمع ہو گئے تو ان صاحب ان کو ایک بات اچھی طرح سمجھا گئے اور اس نے اپنے دل میں پارلیمنٹ سے نمٹنے کا خود ہی ایک قاعدہ وضع کر لیا کہ نفاذ شریعت ان لوگوں کے ہاتھوں نہیں ہو سکتا۔ پھر سب لوگوں کو بھی اور ان صاحب کو بھی پارلیمنٹ کے تحلیل کر دیئے جانے سے دوچار ہونا پڑا وہ بھی اس وقت جب یہ ایک کمیٹی کے صدر تھے جس کا کام نفاذ شریعت کے لئے عدالت میں اپیل کردہ دعوؤں کے طریقہ کار اور ضابطوں کی تعیین کرنا تھا اور یہ تقریباً 30 اجلاسوں تک اس کمیٹی کے ساتھ مل کر قانون سازی اور عملی ریسرچ بھی کرتے رہے اسی دوران پارلیمنٹ سے ایک انتہائی خطرناک فیصلہ منظر عام پر آیا جس نے لوگوں کی ذاتی زندگی کو متاثر کر دیا یہ صاحب اس فیصلے کے مدمقابل ڈٹ گئے کیونکہ وہ اسلام اور دستور کے خلاف تھا لیکن قاعدہ یہ ہے کہ حکومت جب کسی بات کو لوگوں پر لازم قرار دینا چاہے تو پارلیمنٹ کو اختیار رہے کہ کسی فیصلے کو تبدیل یا ختم کر دے اگرچہ ایسا کرنا خلاف اسلام ہی ہو اور وہ بنیادی قاعدہ جس کا سہارا پارلیمنٹ لیا کرتی ہے تو خود ان صاحب نے اس کا خلاصہ اس طرح کیا ہے کہ: ''میں کتنے ہی دلائل پیش کردوں اور کتنا ہی اپنے موقف میں کتاب وسنت سے سہارا اور سند لوں پارلیمنٹ کی سب سے بڑی خامی اور مجبوری یہ ہے کہ جمہوریت مطلق اکثریت کو ہی علی الاطلاق فیصلے کی مالک قرار دیتی ہے کسی بھی طرح کی قید یا شرط کے بغیر اگرچہ وہ فیصلہ خلاف اسلام ہی ہو''۔

اب یہ صاحب محسوس کرنے لگے کہ حکومت اور اسپیکر اور اراکین پارلیمنٹ کی اکثریت ان سے نالاں ہے اور اس کے خلاف ہو چکی ہے اور اس پر یہ الزام لگانے لگی ہے کہ وہ پارلیمانی عمل میں رکاوٹ ڈالتا ہے اس کے باوجود بھی یہ اپنی کوششوں میں لگے رہے کتنے ہی ایسے سوالات پیش کیئے جنہیں روزنامچے میں درج ہی نہ کیا جاتا کتنی ہی رپورٹیں دائر کیں پر کچھ شنوائی نہ ہوئی بالآخر اپنے اسی آخری ہتھیار کو استعمال کیا جسے ردّ نہیں کیا جاسکتا حکومت کے وزراء سے جواب طلبی کہ انہوں نے شرعی اوقاف کے لئے دینی اسکولوں اور تحفیظ قرآن کے مدرسوں اور دینی یونیورسٹیوں میں تعلیمی نظام کی بہتری کے لئے کتنا کتنا بجٹ مقرر کیا ہے اور انہوں نے مساجد کے لئے یہ قانون جاری کرنے کے بعد "کہ کوئی بھی شخصیت عبادت گاہوں میں ایسی بات نہیں کر سکتا جو کسی حکومتی فیصلے یا حکومتی ادارے کے فیصلے کے خلاف ہو اور جو ایسا کرے گا اس پر قید وجرمانہ ہو گا اور پھر کرے گا تو قید اور جرمانہ ڈبل ہو گا" ان کے لئے کس قدر بجٹ مقرر کیا ہے۔ ایسے ہی وزیر سیاحت سے جواب طلبی کی کیونکہ ہوٹلوں میں بنے مدارس کے طلباء کو نشہ آور اشیاء کے استعمال پر مجبور کیا گیا تھا پھر وہ صاف مکر گئے اور انہیں مدرسہ سے خارج کر دیا گیا اور وزیر اطلاعات سے جواب طلبی کی کہ وہ ذرائع وابلاغ کو اس طرح کی بے ہودگیوں سے پاک کرے جو اخلاق واقدار اور شہروں کے تقدس کے منافی ہوں اور وزیر ٹرانسپورٹ اور رسائل سے جواب طلبی کی عمارتوں وغیرہ پر فلموں کے اشتہارات کے متعلق اور پھر یہ سوچا کہ ایک ایک کر کے انہیں جمع کروائے گا اور پھر پارلیمنٹ میں کھڑا ہو گیا اسپیکر پارلیمنٹ کا محاسبہ شروع کر دیا اور اس پارلیمنٹ کے لائحہ عمل کی خلاف ورزی کا الزام لگایا چنانچہ اسپیکر پارلیمنٹ نے کھیل سمجھتے ہوئے تینوں کو اکھٹے درج کرنے کا حکم دیا جبکہ ہر ایک چند ایام کا محتاج تھا پھر ان سے جواب طلبیوں کو رائیگاں کرنے کے لئے پارلیمنٹ کا اکثریتی اجلاس بلوالیا اور پھر سب سے پہلے وزیر سیاحت کو جواب طلبی کے لئے کہا تو حکومت نے مداخلت کی جو پہلے ہی اس جواب طلبی پر معترض تھی کیونکہ اس میں نفرت آمیز کلمہ ہے جس پر آبجیکشن ہے کہہ "ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رکن پارلیمنٹ جنہوں نے جواب طلبی کی ہے وزیر پر یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ حقیقت کا منکر ہے" پھر اس اعتراض کو جب اراکین پارلیمنٹ کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے اس جواب طلبی کے معطل ہونے کا فیصلہ دیا اور رکن پارلیمنٹ کو حاصل حکومت کے محاسبے کے دستوری حق کا انکار کر دیا پھر جب وزیر اطلاعات کو دوسری جواب طلبی کے لئے بلایا گیا لیکن جس طرح اراکین پارلیمنٹ نے شراب کی حمایت کی اس طرح رقص وفحاشی کی بھی حمایت جاری رکھی جب کہ وہ حرمین میں شریعت اسلامیہ کی تائید کی حلف اٹھا چکے تھے اس کے بعد وزیر ارسال کو جواب طلبی کے لیے بلالیا گیا لیکن اراکین پارلیمنٹ نے یہ دیکھا کہ اس وزیر کا محاسبہ ان کی خواہشات کے مطابق ہے لہٰذا اس کا محاسبہ کیا گیا۔ اس صورتحال پر موصوف بینچ پر کھڑے ہوئے اور اراکین پارلیمنٹ سے گویا ہوئے

:حضرات محترمین میں کسی منصب کا عبادت گزار ہوں نہ ہی اس کے لئے کسی کرسی کا طلب گار ہوں اور اپنے حلقہ انتخاب کے لئے میرا نعرہ تھا کہ ''مجھے دین و دنیا کی اصلاح کی خاطر اپنی آواز دو'' اور میں یہ سمجھتا رہا کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اسلامی قوانین کو مقدم کر دیا جائے

لیکن یہ حقیقت مجھ پر اب آشکار ہوئی ہے کہ یہ پارلیمنٹ تو اللہ کے لئے حکم کا اثبات اسی وقت کرتی ہے جب وہ حکم ان کی خواہشات اور پارٹی مفادات کے مطابق ہو اور وہ اجازت دیں کہ اللہ کا کلمہ بلند ہونا چاہیئے لیکن اب میں اس مقصد کو حاصل کرنے کا راستہ اپنے سامنے بند پاتا ہوں چنانچہ میں کسی بھی طرح کے افسوس کے بغیر اس پارلیمنٹ سے استعفیٰ کا اعلان کرتا ہوں۔

یہ عالم رکن پارلیمنٹ اپریل 1981ء میں اپنے گھر چلے گئے اور اجلاس ختم ہو گیا وہ پارلیمنٹ سے گئے پھر دنیا ہی سے چلے گئے لیکن جمہوری پارلیمنٹ اب بھی اللہ کے نازل کردہ دستور، قانون، نظام، منہج، دین کے بغیر قانون بنا رہی ہے اور جمہوری عدالتیں ان کے مطابق فیصلے دے رہی ہیں اور جمہوری قانون نافذ کرنے والے ادارے ان فیصلوں کو نافذ کر رہے ہیں۔

دین جمہوریت اللہ کے دین اور ملت توحید سے متضاد ایک دین وملت ہے اور اس کی پارلیمنٹ اور اسمبلیاں شرک کے قلعے اور بت کدے ہیں جن سے توحید کے اثبات کی خاطر اجتناب کرنا واجب ہے توحید جو بندوں کے ذمے اللہ کا حق ہے بلکہ ان قلعوں اور بت کدوں کو مسمار اور نیست نابود کرنے کے لئے ہر سعی کرنی چاہیئے اور ان کے حامیوں سے بغض وعداوت رکھنا چاہیئے اور ان کے خلاف علم جہاد بلند کرنا چاہیئے اور یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں جیسا کہ بعض علماء سوایسا باور کراتے ہیں بلکہ واضح شرک اور کفر بواح ہے جس سے بارہا اللہ تعالیٰ نے اپنے محکم کلام میں ڈرایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی اس کے خلاف جنگ کرتے رہے۔

المؤلف

وما توفیقی الا باللہ وما علینا الا البلاغ المبین